

ماہنامہ دیوبند



تاریخوں میں ایک چڑاغ

ایڈیشن:- عالم عثمانی (فصل دیوبند)

۲۶ تے پی
دسمبر

سالانہ :- سات روزی
اللہ

فہرست مضمایں طابق ماه جولائی ۱۹۶۲ء

۱	آغاز سخن عامہ عثمانی
۲	تفہیم الحدیث عامہ عثمانی
۳	کیا ہم مسلمان ہیں؟ شنس نوی عثمانی
۴	تجھی کی ڈاک عامہ عثمانی
۵	مسجد سخنان کے ملوک ابن العسرہ علی
۶	کھرے کھوٹے (دماخون)
۷	بانوں لصحت پشاونی کی حفاظتی تابیر سیکم عظیم زیری

ماہنامہ

دیوبند

شمارہ نمبر ۵
جلد نمبر ۱۲

ہر انگریزی ہمینے کے پہلے ہفتے میں شائع ہوتا ہے

سالانہ قیمت ساروپے فی یورپیہ ۲۰ لائے پیسے
غیر حمالک کے سالانہ قیمت ۸ اشلنگ تسلی اولیٰ اور در
روپسٹل آرڈر پر کچھ نہ لکھتے بالکل سادہ تسلی

اگر اس دائرے میں سرخ
نشان ہے تو کچھ لمحے
کا اس پر چراپ کی
خریداری قائم ہے۔ یا تو منی آرڈر سے سالانہ قیمت بھیں یا وی لی کی
اجازت دیں۔ اگر آئندہ خریداری حاری نہ رکھنی ہو تو بھی
اطلاع دیں۔ خاموشی کی صورت میں انگلیز چڑھ دی یہ سے بھیجا
جائیگا جسے وصول کرنا آنکا اخلاقی فرض ہو گاروپے فی ساروپے
باٹھنے پہنچنے کا ہوگا، متنی آرڈر بھیجا رہا ہے اسی پر حرج سے
چھ جائیں گے۔

پاکستانی حضرات۔ ہم سے پاکستانی پتہ پر چندہ بھیج کر رسید متنی آرڈر
اور اپنام اور مکمل پتہ ہمیں بھیجنے سالہ حاری کر دیا جائے گا۔

ترسل نہ اور خط و کتابت کا پتہ

پاکستانی حضرات مکتبہ عثمانیہ ۱۹۶۲ء میانا بازار
دفتر تحریکی دیوبند ضلع سہاپور (پیپر) فاصلہ ۲۰۰ میٹر
عاصمہ عثمانی

پیر آلمی خوش کالونی۔ کراچی (پاکستان)

آغاز سخن

جن پتکیتے وہی پتے ہوارینے لئے

ماہنا منہر بیان "اوجلی" ایک اوپنے درجے کا علی ودینی پرچھ ہے۔ اس کے مدیر شریم جناب سید علیہ السلام اکبر آبادی بھی اوپنے درجے کے گوئے میں ہیں۔ ان کی حیثیت ہمارے نئے ایک شفیق برزرگ کی ہے جن کی شفتقت پرتم نے ہمیشہ فخر موسیں کیا ہے۔ میں سنتہ کے بڑا بیان میں انھوں نے "اجڑاڑ" کے تعلق سے ایک اداریہ پردا قلم کیا ہے جو اس سماں سے فکر انگیز اور خوبصوری توجہ کے لائق ہے کہ اس کا تعلق نہ صرف ہم ہندی مسلمانوں سے ہے بلکہ وہ اسلام کے ایک اہم ترین تصور سے بھی بحث کرتا ہے ہمارا بھی چیزاں ہوتے ہیں کہ اسے پورا کا پورا تجھی میں نقل کر دیں اور پھر اس کے معارف و مطالیب پر ادب کے ساتھ اپنے خیالات بھی پردا قلم کریں۔

اپنے خیالات کا اکھارا درود وجہ سے ضروری معلوم ہوا۔ اول یوں کہ تم نے بھی اپریل و مئی سنتہ کے تھے میں "اجڑاڑ" پر مشتملہ سید قلم کیا تھا۔ دوسری یوں کہ مولانا موصوف کے ادارے میں نایاں طور پر سوالیہ ادا اور پایہ بجا تامہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ خود بھی ہر اس شخص سے جواب کا مطالبہ کر رہے ہیں جو جواب دینے کی سخت رکھتا ہو۔ اس صورت میں ہماری محدودیات کی حیثیت نقد و جرح کی نہیں۔ گہنی چاہئے بلکہ جواب کی جو طلب ان کی طاقت سے ظاہری کی ہے ہم اسی کو بلیک کئے کی سعادت حاصل کر لائیں۔ یہ اگرچہ شفیق ہے کہ ان بیسے بلندہ بر برزرگ کے آگے زبان کھوننا ہم جیسے ہے بعضاً عنوان کا منصب نہیں۔ لیکن ایک مسلمان کی حیثیت میں ہمیں چونکہ ان کے بعض ارشادات بحث و نظر کے متعلق نظرار ہے ہیں اس نے اپنی ایجادی کا اعتراف کرتے ہوئے بھی ہم بعض جو شوں پر عرض و معرض ضرور کر دیا گے۔ پہلے نولانا اکبر آبادی کا پورا اداریہ ملاحظہ فرمایا جائے۔

نظرات ... - (بڑا بیان کا اداریہ)

قرآن مجید اور اسوہ نبوي کی تعلیمات کے بیش نظر مسلمانوں کو سب سے زیادہ حقیقت پسند اور واقعیت آگاہ ہونا چاہئے تھا۔ بقول اقبال کے یہی وہ وصف ہے جس کے بغیر کسی قوم کا زجاج بڑیں سنگ نہیں بن سکتا۔ لیکن یہ دیکھ کر بہت افسوس اور دکھ ہوتا ہے کہ مسلمانوں میں ہمیشہ جموگی یہ صفت امتقد ہوتی چاہی ہے اور انھوں نے اپنے مسائل و معاملات پر حقیقت پسندی (REALISM) کے بجائے جذبہ باتیت (SENTIMENTALISM) کے ساتھ نظر کرے کی خوبیا کری ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ کسی تھی کی ایک گرہ کھون چاہئے ہیں تو دس گھنیں اور لگ جاتی ہیں۔ اس کی تازہ اور دلچسپی مثال یہ ہے کہ احمد اکبر آبادی و مختاری کی پوچھتی نظر اتنی تو مسلمانوں کے ایک بڑے طبقے ایجڑاڑی مسلمانوں کو تھا بدین فی بیبل اللہ کہا۔ فائزی اور شہزادی کا نقیب دیا اور ان سے توقعات قائم کریں کہا۔ یہ لوگ آزاد ہوتے ہیں "اسلامی حکومت" قائم کر دیں گے اور اس کے نتیجے میں یہ ہو گا اور وہ ہو گا۔ لیکن پچھلے دنوں ایجڑاڑی حکومت کے ایک عناصر نے تھی دلی میں یہ اعلان کیا کہ اجڑاڑی میں "سکوئر جو ہوئی حکومت"

قائم کی جائے گی تو یہ سنتے ہی ان سب حضرات پر اوس پر گئی ہے اور اجھیں ایسا خوس ہوتے لگا ہے کہ گویا الجزا کے قرائکا رینٹر
کے آزادی کی خلعت فاخرہ زیرِ تن کرتے ہی اپنارغ بجائے کعبے کے دیرہ کلیسا کی طرف کریا ہے۔ انا نعمادان الیہ مساجون۔
سوچنے اور خود کرنے کی ہات یہ ہے کہ یہ زمانہ ملکوں کے آزاد اور خود مختار ہوئے کا ہے۔ اور ایشیا اور افریقا میں جو ملک مدیون
سے غلام چلے اور ہے تھے اپنی جدوجہدازادی کے غصیل میں یکے بعد دیگرے آزاد ہوتے چار ہے ہیں۔ ان سب ملکوں کی حالت
یکساں نہیں ہے بلکہ کہیں مسلمان اکثریت میں ہیں اور کہیں غیر مسلم، پھر جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں وہاں سب ہی ایک عقیدہ
اور ایک خیال کے نہیں ہیں۔ سختی بھی ہیں اور شیعہ بھی، آزاد خیال بھی ہیں اور قدامت پرست بھی۔ پختہ کار صادق بھی ہیں اور صرف
نام کے مسلمان بھی۔ ان اختلافات سے قطع نظر، مشا پڑہ تو یہ ہے کہ ایک ہی مسلک و مشرب (مشائخی) اکے ملار چند جو پرسائل
پر بھی متفق نہیں ہو سکتے۔ اب اگر جس ملک میں مسلمان اکثریت ہیں انہوں نے "اسلامی حکومت" بنایا ہی لی تو آخر اس کی شکل و
صورت کیا ہوگی؟ وہ سختی ہو گی یا شیعہ؟ اسلام کے قوانین کی بنیاد پر آن جیہد کی کس تفہیم اور حدیث کی کس شرح پر رکھی جائے گی۔ اور
آزادی فیصلہ کیوں نہ کرو گا؟ عدوی اکثریت سے اتوسی یا شیعہ (مشائخی) اور فرقہ بھی اقلیت میں رہ جائے گا وہ حسوس کرے گا اور اس پر
خلم ہو رہا ہے۔ اور اگر ہر فرقہ کو آزادی ہوئی کہ وہ اپنے مسلک فرقے کے مطابق عمل کرے تو انہوں نے زندگی میں تو یہ چیز خیالی
یہیں اجتماعی مسائل میں اس آزادی سے کیا افرانگی اور نیشنلیتی خوبی پیدا ہوگی؟ پھر وہ اسلامی حکومت ہی کیا ہوئی یونکا عالم ہے اور
سودی کارروبانی ہی ہیزیوں کو بند نہ کر سکے۔ حرفت اس لئے کہ مسلمانوں کے بعض فرقے اس کے جواز کے خاتمی ہیں۔

علاوہ ازیں سوال یہ ہے کہ اچھا اگر اپنی اکثریت کے ملکوں میں مسلمانوں نے اپنی حکومت کو اسلامی قرار دے بھی دیا اس سے
قطع نظر کروہ درحقیقت اسلامی ہے یا محض برائے نام ہی؟ تو اب یہ ارشاد ہو کہ جن ملکوں میں مسلمان اکثریت میں ہیں وہاں کس قسم کی
حکومت قائم کی جائے، عیسائی یا یہودی یا یونانی، ہندو یا ہری، پارسی یا سکوؤں اگر ہبھی حکومت کے مظہر ہے تو اپنے حوصلہ و نظر کے گیراں
میں تھوڑاں کرتائیے کہ آپ اس غیر مسلم مذہبی حکومت کے لمحہ کو برداشت بھی کر سکیں گے؟ کیا آپ کو اسیدا در یہود و مسیحی
حکومت میں آپ کی اسلامی زندگی اور اس کے معاویات محفوظ رہیں گے؟ اور اگر اس کے بر عکس دوسری حکومت یعنی سکوؤں زم آپ کو پیدا
ہو تو اب یہ فرمائیے کہ جن ملکوں میں ہیں وہاں کی اکثریتوں کا دل بھی آپ کی طرف سے صاف ہو سکتا ہے؛ وہ کہیں
گی نہیں کہ آپ زینجن مسلمان اجنب خود غرض اندھوں پرست لوگ ہیں جہاں کہیں اقلیت میں ہوتے ہیں وہاں مطابق کرتے ہیں کہ
حکومت سکوؤں جہوڑے ہو جس میں کسی مذہب کے ساتھ ترجمی سلوک نہ کیا جائے۔ اور جہاں پر شخص کو شہری حقوق یکساں حاصل
ہوں۔ یہیں جس ملک میں آپ کی ذرا سی بھی اکثریت ہوئی ہے وہاں آپ اس ملک کی غیر مسلم اقلیتوں کا ذرا خیال نہیں کرتے اور جب
اپنی حکومت کے اسلامی ہوئے کا اعلان کر دیتے ہیں۔ ٹھوڑے فرمائیے امتحن ملکوں کی غیر مسلم اکثریتوں کے دل دماغ میں الگی خیال
بھی گیا تو دنیا کے تمام مسلمانوں کو بھیک وقت سامنے رکھ کر ارشاد فرمائیے کہ مجری علی ٹھوڑے دچار ملکوں کی حکومت کو اسلامی کہدی ہے
کہ مسلمانوں کو فاکرہ زیارت یا پوچھیا یا نقصان؟ زید کے لئے ایک محفوظ تکمیر ہے کہ خود اپنے ٹھوڑے میں سکون سے نہ رہ سکتا کون سی
شرک مغلدنگی یا اسلام کی کس تعلیم کے مطابق ہے؟ -

اس سے قطع نظر خواہ اسلام کے قلسہ اخلاق اور اس کی تکیمات کی روشنی میں غور کیجئے۔ فتحی کہت اوس میں لکھا ہوا ہے کہ اگر
مسلم تاجر دارالاسلام سے دارالحرب میں جائے اور وہاں کی حکومت اس کے ساتھ یہ مراعات کرے کہ جنگی کا مخصوص روپیہ میں دو آنے
معاف کر دے تو اس کے جواب میں دارالاسلام کی حکومت کا فرض ہے کہ دارالحرب کا کوئی تباہ و حرارتے تو اس کو روپیہ میں چار آنچھی
کا مخصوص معاف کرے اور دیں اس کی وجہ ہے کہ نجس حق بالمعارف و الاخلاق کیا ان احکام سے ثابت نہیں ہوتا اگر غیر مسلم
اکثریت کے ملکوں نے سکوؤں جہوڑت قائم کی ہے جس کا فائدہ ان ملکوں کی مسلم اقلیت کو پہنچ رہا ہے۔ اور اس حد تک کہ مستوری اعتبار

ایک مسلمان بھی ان ملکوں کا صدر جمہوری اور فرمانڈا چیف ہو سکتا ہے تو اس کے ہواب میں مسلم اکثریت کے ملکوں کو بھی چاہئے کروہ اپنے لئے ایک ایسی طرز حکومت اختیار کریں جن کے تحت ان ملکوں کی غیر مسلم اقلیتوں کو بھی وہی مراقبات اور روای حقوق حاصل ہوں جو مسلمان اقلیتوں کو غیر مسلم اکثریت کے ملکوں میں حاصل ہیں۔ میں اپنے سکولر جمہوریت، ہوتو ہیں بھی وہی ہو۔

یاد رکھنا چاہئے کہ آج کل کامنہ پہلو ترمانے سے باہمی مختلف ہے۔ پہلے ایک قوم دوسری قوم کو لمحہ کرنی تھی اور اس پر مبنی مانع طبقتوں سے اچھے ہوں یا برے حکومت کرنی تھی۔ میں جن آئندے کوئی ایک بھی قوم کسی دوسری قوم کو مکتوو اسے ذریعہ فتح نہیں کر سکتی یہ دور عوامی تحریکات اور جو ایسی سرگرمیوں کا ہے اور ان تحریکات میں ملک کے سب عوام جوڑدہب، زبان، لکھر اور نہنہ سب کے اختلاف کے باوجود مل جمل کر ملک کو آزاد کرانے کی جدوجہد کرتے ہیں اور تب یہی ملک آزاد ہوتے ہیں اور ہمارے ہیں اور خود اپنے اپنے بھی صورت حال ہیں ہے۔ غیر مسلموں کا ایک بڑا طبقہ ہے جو وہاں کے مسلمانوں کے ساتھ پورا اتنا دن کر رہا ہے۔ پس اب آگر ان سب کی متفقہ سائی اور اشتر اسک عمل سے ابھرنا آزاد ہوتا ہے اور ابھرنا اس کے مسلمان نہایتوں کے پیش نظر جن کا ذکر ہم اپنے کر رکھے ہیں ابھرنا کے نئے سکونت چھوڑو یہ گورنمنٹ پین کرتے ہیں تو اس میں برا ماننے کی یا ان پر لعن طعن کرنے کی کوئی کیا بات ہے ایک سکونت چھوڑو یہ میں اسلامی مفہادات کے تحفظ اور قانون حق کے اعلاء کا سرو سامان یکو نکر جو سکتا ہے اس پر جم آمدہ تکمیل ہے

تجھیں اگرچہ مایوس بیان کی خدمت میں پابندی سے جاتا ہے
لیکن غالب گمان یہ ہے کہ ان کے اس ادارے نے میں ہمارے
اس شذرے کی طرف کوئی اشارہ نہیں بوپر عمل کی منتظر کے
تجھیں میں اشاعت پذیر ہوا تھا۔ اول تو یوں کہ جس وقت بیان
میں ششم کاشندرے پر قلم کسی ایسی ہو گا اس وقت تک مکروہ تجھیں
اشاعت پذیر نہیں ہو گا۔ دوسرے یوں کہ ایک اڑی چاہوں
کو مجاہدین فی سبیل اللہ اور عنازی و شہید کے خطابات
سے نوازنسے کی جو یہ شوق حملہ بازی ان کی لگاہ میں قابل اعترض
ہے اُنہیں خود بھی اپنے شذرے میں اس کی تکمیل و حاصلت نہیں
کی ہے بلکہ وعظ و تذکرے کے انداز میں اس پر تنقیبیہ ہی کی ہے لہذا
ان کے ارادہ و اعترض کا رخ بداری طرف نہیں ہو سکتا۔

مگر چون لکھنپور ہمارے شذرے کا بھی بھی ہے کہ ابھر آئی
فاسخین کو اعلانِ ملکہ اخیر تو جو درجنی چاہئے اور یہی وہ آزاد و
ہے جسے مولا ناموصوف نے شد و ملکے ساتھ اتنا تیرتھیو
طاعت بنایا ہے اس لئے ان کی عدالت علم و فتحہ میں اخوند کو بھی
ملزموں ہی کے شہرے میں بھرا حسوس کرتے ہیں اور فاقہون
حدیقہم سے تقاضا کرتا ہے کہ اپنی صفائی میں زیان بخوبیں۔

سب سے بڑی بات جو ہمارے استحباب کا باعث ہے، یہ ہے کہ مولانا کا پورا شنیدہ اس اساسی یقین کی ذرا بھی نہ ہے جی کہ اس کے مصنفوں کے تدویک اسلامی نظام عدل، اسلامی نقل م حکومت، اسلامی نظام معاشرت اور اسلامی آئین دستور کو دنیا کے دوسرے اذموں اور انکاموں پر کوئی وقوفیت حاصل ہے بلکہ صریح طور پر یہ علوم جوتا ہے کہ لئے مصنفوں کی تجاه میں اسلام اور قیراطلام اصولی طور پر بخوبی ہیں۔ گستاخی معاف اس سے بھی ایک قدم آگئے بڑھ کر ہم یہ کہتے ہوئے خود کو مجبور پاتے ہیں کہ اس شذوذے میں صاف طور پر اس یقین کا اظہار کیا گیا ہے کہ اسلام کا نظام حکومت و سیاست افکیتوں کے ساتھ صریح نااتفاقی اور غاییاں فلم و زیادتی پر مبنی ہے۔ دوسرے نقطوں میں یوس کہیے کہ افکیتوں کے ساتھ جو حصہ سلوک لا دینی دستور جاتا رکھتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں مصنفوں کی ای انتہیں اللہ اور رسول کا یقین فرمودہ اسلامی دستور افکیتوں کے حق میں فلم و غصب اور حق تعلق پرستی ہے۔

ان فقرہ کو ہم نئے کئی پارغور سمجھ سکتے ہیں۔

”میکن جس ملک میں آپ کی درا سی بھی اکثریت
ہوتی ہے دعا اس ملک کی غیر مسلم قبیلوں کا

یہ تباہت کردہ ہے میں کہ اسلامی نظام کی کوئی بہتر اور صحیح سے صمیم دھنک بھی ارسی نہیں ہے جو خود مدت اسلامیہ میں پائے چالے وادیے گرد ہوں اور ملت سے باہر کی اقلیتوں کے ساتھ الفاف کا حق ادا کر سکے۔

ٹانٹیا یوں کروہ خود ہی تصریح فرمائے ہیں کہ یہ اعتراف کا رخ صرف ان حکومتوں کی طرف نہیں جو برائے نام اسلامی حکومتوں میں بلکہ اس حکومت کی طفیلی ہے جو درحقیقت اسلامی حکومت ہو۔ یہ الفاظ کہ:-

”اس سے قطع نظر کر دو درحقیقت اسلامی ہے یا
محض برائے نام ہی۔“

اس خیال کے صریح اعتراف کا درج رکھتے ہیں کہ اسلامی نظام کی حقیقی سے حقیقی تسلیم بھی آج کے معروف و مقبول تصور انصاف کے تقاضہ پر سے کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی اور ایک حقیقی اسلامی حکومت کا قیام بھی ان وجہ کی بنیاد پر میرم گناہ قرار پا گیا ہے جنہیں مولانا نے شد و مدد کے ساتھ پیش کیا ہے۔ گویا جو بات تجدید ہیں کہتے ہیں اسی کا یقین مولانا بھی دلار ہے ہیں کہ اسلامی حکومت و خلافت ایک مخصوص دور کے حالات و کوائف تک محدود ہی۔ بعد کے زمانوں میں یہ تقدیر رکھتا کہ الفاف کے تقلیح سب سے بڑھ کر اور بہتر طور پر اسلام اور رسولؐ ہی کے پسند فرمودہ نظام کے تحفظ پورے ہو سکتے ہیں جوں بات ہے۔

ٹانٹا یوں کہ اس وقت دنیا میں وہ حکومتوں موجود ہی کہاں ہیں جنہوں نے یا صاف طبق خود کو ”اسلامی“ قرار دے کر ہو ایک روکے پارے میں تو آپ جو چلے ہے کہہ سمجھے۔ باقی تمام ازنا میں مسلمانوں کی حکومتوں تو ماشاء اللہ شہریت ہی ہیں۔ سیکن سی کے بھی پتکلف ہیں فرمایا کہ اپنی بد احبابیوں پر پر وہ ڈلکشیت ”اسلامی“ کا لیل لکھیں۔ یوں نہیں لکھا کہ تانے ہے کو سونا تو فریب کارا رہی صرف اس وجہ سے کہتا ہے کہ سونے کا حقیقی ہوتا تو مسلم ہے۔ لکھن اسلام کا حقیقی ہوتا ہر صرف مسلمانوں کی نظر میں مسلم نہیں رہا بلکہ اس نام سے تو انہیں ایسی شرم آتی ہے

ڈراخیاں نہیں کرتے اور جھبٹ اپنی حکومتیے
”اسلامی“ نہیں کا اعلان کر دیتے ہیں۔“

یہ فقرے اگرچہ غیر مسلموں کی طرف سے ایک مضبوط و قصہ امراض کے ضمن میں آئے ہیں میکن مولانا نے ان کو تقویب ہیا کے سیاق میں پروردہ قلم کیا ہے۔ اس صورت میں یہاں ای
ماقص عقل اسے سو اسی نیت پر نہیں پہنچا یا کہ موصوف کے نزدیک اسلامی ہیں وہ حقوق غیر مسلموں کو دینا اور جو ملوک
اللہ کے ساتھ رکتا ہے وہ حدل کے تقاضوں سے نزدیق فروز
ہے بلکہ اتنا ماقص اور خود غرض نہ ہے کہ اسے اقلیتوں کی طرف سے
جریانہ قسم کی لاپرواپی پر منی قرار دیا جا سکتا ہے۔

”غیر مسلم اقلیتوں کا ذرا خیال نہیں کرتے۔“

کے الفاظ کی وسعت پر انظر کیجئے۔ کیا ان سے یہی واضح
نہیں ہو سکا کہ اسلامی آئین غیر مسلم اقلیتوں کے حق میں تھوڑی ابت
بے انصاف نہیں بلکہ کامل طور پر عالم و قاصب ہے۔ یہاں اک
عقیدہ شوری طور پر کسی ہوشمند مسلمان کا ہرگز نہیں ہو سکتا
کیونکہ اس کا مآل تو اس خدا اور رسولؐ کو عالم و خاتم قرار دینا ہے
جس نے اسلام ہی کو واحد دین حق اور اسلام ہی کے مطابق
فیصلہ کرنے کو واحد راوی کات بھیجا رہا ہے۔ البتہ غیر شوری
طور پر کسی ہوشمند مذکورہ فقزوں سے خاص طور پر اور
پورے ادارے سے عام طور پر منتشر ہوتا ہے۔

اعراض کا ہدف

کہا جا سکتا ہے کہ مولانا کا ہدف دراصل حقیقی آئین
اسلام نہیں ہے بلکہ وہ نام نہاد اسلامی حکومتوں ہیں جویں
قو اسلام کا لکھا ہیں مگر عمل میں مانا کرنی ہیں۔

لیکن یہ توجیہ کو وجوہ سے قرین قیام نہیں مسلم
ہوتی۔ اولاد یوں کہ پورے ہی ادارے میں مخالفت مطلق نظام
اسلامی کی گئی ہے مگر وہی حکومتوں کی۔ ایک لفظ سمجھی ایسا
نہیں ملتا جو بظاہر کہتا ہو کہ مولانا کو اعراض اسلامی نظام کی
کسی بجزی اور کوئی تسلیم پر سے یادہ منافقت اور دوسری پر لے
لے کر رہے ہیں۔ اس کے برخلاف وہ برتاؤ اور اصرار کیسا تھا

مراہیں ہے کہ قبیر اسلامی نظام کے مقابلہ میں اسلامی نظام
بہر حال اتنا ارفح ہے کہ اس کی خاطر راہی تزارع کو کم کیا جاسکتا ہے
اگر حالاتِ خوبی موجود ہیں تو یقیناً وہ اتنی عقل اور استعداد
رسکھنے ہیں کہ اسلام کی مشترک قدرتوں اور اصولوں پر مشتمل ہو کر
اسلامی نظام کا ذھان پچھے بنا سکیں۔ خصوصاً جیہے اسلامی نظام
کی حیثیت بعض تینیں ہیں ہے بلکہ وہ اسی زمین پر کچھ دنوں
قائم بھی رہ چکا ہے تو دوبارہ اس کے قیام کو حالات میں
شمار نہیں کیا جاسکتا۔

یہ بات تہایت بحیر ہے کہ اسلامی حکومت کے قیام کو
علماء ایک سیلہ ٹاہت کرنے کے سلسلے میں یہ معارضہ بھی پیش فرمایا گیا
ہے کہ گرا اسلامی حکومت میں آخری فیصلہ عدالت پر خوف ہے
”تو سی یا شیعہ (مشائی) اور فرقہ بھی افیلیت میں رہ
جائے گا وہ خوس کرے گا کہ اس پر ظلم ہو رہا ہے“

موانع کی حقیقت

ہم عرض کریں گے کہ مولانا جس مکور نظام کی برتری اور
معدالت کو نہایاں فرمائے ہیں اس کا تو مسلم اصولوں کی وجہ سے ہے کہ
مسائل کے فیصلے عدالتی اکثریت سے ہوں گے اور سو میں اکیا وہ
سرکشی جس رائے میں ہمتو ہو جائیں اسے رحق مان کر یہ پرواز کی
چالے کریں اپنی اپنی اس کے دلوں پر کیا گذگتی ہے۔ تو اسی عجیب
کے سوا کیا کہ جانے گا کہ سیکوریت ازام میں اگر عدوی افیلیتوں کو قدر
قدم پر ظلم اور پر اپنی کا احساس ہوتا رہے تو اس سے سیکوریت ازام کی
عافت و تقدیس پر کوئی حرف نہ آئے۔ لیکن یہی چیز ”اسلامی حکومت“
کے معاملہ میں اتنی بھیساںک ایسی وحشتتاک اس تقدیماً نہ بنتے
کہ اسی بھیساںک اسلامی حکومت کے تیام ہی کو خارج از بحث اور
عسال از ارادہ بیا جاسکے۔

علاوہ ازیں ہم کہیں گے کہ جن اقدامات کی صحت و محدودیت
پر حکمران طبقہ ایمان رکھتا ہو ان کو رویدہ کار لائے کے سلسلے میں
یہ اندیشہ ہے گز کوئی وزن جیسیں رکھتا کہ فلاں فرشتے کو احساس
ظلم ہو گا اور فلاں گز وہ شکایتیں لے رہے گا۔ اگر قدر دینوں
ہی سخن اقدامات کے لئے عند مغقول مان بیا جائے تو دنیا کی

جیسے پنج بازار کے لئے کردیتے ہیں جوں اس لئے اپنی دنیا پرستی اور
بے کرداری کا پردازہ ”اسلام“ کو کیوں بناتے ہے۔ توجیہ برخات
”اسلامی حکومتوں کا وجود یہی معتقد ہے تو کیسے قیاس کیا جاسکتا
ہے کہ مولانا کا شاہزادہ مامت براست نام اسلامی حکومتوں پر ہو سکتی
ہے۔

یہ سرگز درجہ ہیں جن کی بنا پر مولانا کا مطیع نظریہ ہے پاپا
ہے کہ نظری سطح پر بھی مکون نظام حکومت، اسلامی نظام حکومت
کے مقابلہ میں عدل و انسانیت کا فائنر ترین نظہر ہے اور مسلمان
کے لئے یہ تناک ناجی بجز ماخذ حاقدت کی حیثیت رکھتا ہے کہ اس
دھیخ دنیا کے کسی چھوٹے ہی سے قلعہ اور ضرر اسلامی نظام و
آئینا برپا ہو جائے۔

ہمیں ہی بات مکمل ہے کہ زیر بحث ادارے کی رو سے
اسلام آئین و سیاست کو عقیدہ بھی ہر انسانی نظام سے بینزا اور
عادالت تصور کرنا جرم شہرگیا ہے ورنچا تک نظام اسلامی کے
عملی قدر و پیارا ہوئے کا تعلق ہے اس کی دشواریوں پر پھر گیوں
اور کاؤنٹوں کے حساس و اعتراف سے ہم بھی گزینہ نہیں کر سکتے۔

سطحی موافع

ادارے کے دوسرے پرے میں ملت کے مختلف ایام
فرقوں کے تعلق سے پوچھلے مذاہیں کی گئی ہے وہ بھینہ وہی ہے
جو پاکستان میں اسلام پس طقوں کے مقابلہ مغربیت اور تجدید
کے شیدائی زور شور سے مذاہیں کرتے آئے ہیں۔ ہمیں تجھے ہے
کہ مولانا کی نظر اس حل کی طرف ہمیں بھی جو پاکستان کے تحریک، علماء
نے اس دشواری کا پیش فرمایا تھا، اور اس امر واقع کو بھی انہوں نے
نظر انداز کر رہا کہ بھکے کا فریڈ میں نہیں بلکہ سلمان کا فریڈ
کے مقابلہ میں ہی پاکستان کے اسلام اسلام کے جنادی اصول پر
متفق ہو گئے تھے حالانکہ یہ وہی مختلف ایام علماء متح مخصوص
ستی، شیعہ، حنفی، شافعی، بریوی، دیوبندی وغیرہ کا جاما ہے
اور جن کے فروعی احلافات کو مولانا نظام اسلامی کی راہ کا گل
ہماں یہ قرار دے رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ فروعی احلافات
کے باوجود مسلمان علماء کی اکثریت کے خوب میں آج بھی یہ عقیدہ

اور ہم پر کوئی فلم نہیں ہو رہا ہے۔ یہ نامننا ت میں سے کوئی اچھی نہیں ہے، یہ بیشتر یہ نامننا رہا ہے اور نامننا رہے گا۔ اجستھائی عربی مساکن میں بعض گروہوں کے نظریات و نعمانگو نظر اور از کر دینا ایک ایسا اسلام ہی کاظم ہمیں بوری دنیا میں ایک بھی نظام حکومت اور از اس اپ ایسا نہیں دکھانے کے جو اجتماعی قوانین میں ایک ایک ذرا در ایک ایک گروہ کی خشودی کا محاظر رکھتا ہو۔ اسے پہنچ سنا ہے متفق ایسا نہیں ہے جس میں دعویٰ کہ اسے متفق اور مسرور ہے اسرا دیدیا گی حالانکہ یہ مذہبی عقیدے کا منسلک ہے اور اس مک کا صرف ایک دو گروہ ہی نہیں، لادکہ دو لاکھ افراد ہی نہیں۔ بنی اسرائیل اور کریزوں افراد پھوٹ چھات بڑایاں رکھتے ہیں۔ جیسا ہاں ایمان جسکا عنان جنابی شیخگی سے ہے۔ دھرم سے ہے ان کا خیال ہے پھوٹ چھات کو خلاف قانون فرار دینا در حرم کا ایمان ہے۔ فلم ہے۔ نکاح و طلاق اور ورثے وغیرہ کے مسائل میں جو اصلاحیں حکومت اپنے نقطہ نظر سے کرتی ہے اور کوئی جانشی دو گی اسی فیکر کی ہیں لیکن کوئی دو گروہ باشدے ہمیں فلم چور کے نقطہ نظر کرتے ہیں یعنی کلکٹسی ہی صورت ہے جسی ہو لانا نے سق اور شیعہ فرقوں کی کمیلیں پیش فرمائی ہے، دیاں گئی نہیں حقانی کا حامل ہر ڈیباں ہی۔ تو سیکولر ایسٹیٹ کا بیظڑ علی اگر فائزی اور بیانی نہیں پھیلائتا تو ایک حقیقی اسلامی حکومت کا بیظڑ علی کیوں افرائی اور بیانی پھیلائے کے مراد فرار دیا جائے گا کہ وہ جن فرقوں کے ان حقانیوں مرضیات کو نظر انداز کر دے یہ سماج اور ٹرین کو تپاکیوں اور حرم کاریوں کا کچھ بچھتا ہے۔ یہ ناگزیر تھے اور سو خواری اور صرک تقریر سخنی پر بھی بعض دعیان اسلام عقیدہ رکھتے ہیں۔ لیکن یوں تو اپنے دیں میں کتنے ہی لوگ فمار کے جو اس کے سقی ہو جانے کی افادیت، پھوٹ چھات کی حقانیت، یو اوس ایمان رکھتے ہیں۔ تو یہ سیکولر ایسٹیٹ کی بھی بعض دعیان اسلامی عقیدہ میں موجود ہیں اور یہ ہے۔ تو یہ سیکولر ایسٹیٹ کے قیام کے لئے یہ شرکیوں ناگزیر ہے کہ فرقہ، ہر گروہ، ہر شخص خوشی سے جھوٹ کو اعتراف کرنے لگے کہ ہمیں کوئی شکایت نہیں ہے

کوئی بھی حکومت کسی برائی کے خلاف اتفاق کرنے کی وجہ نہیں ہے سکتی، کیونکہ معاشرے میں بھی اسی کوئی ہر برائی، بہتی سے ازاد اور جماعتوں کی ایسی عادت شناختی بن جاتی ہے کہ اسے مٹایا جائے تو اسی لازماً احساں مظلومیت ہوگا۔ شراب، قمار، رشتہ ستانی، بچوں بازاری، سود خواری کو فسی برائی ایسی ہے جسے مٹایا جائے تو یہ شمار لوگ کہیدہ دمحوں نہیں۔ دنیا کا کوئی متفقیوں سے متفقیوں نظام ایسا نہیں ہے جس میں دعویٰ کہ اسے جاسکے کہ ہر ہر فرد اس کے ہر قانون سے متفق اور مسرور ہے وہ خلافت راشدہ جس کے آئینہ میں ہر نے پر ہم مسلمان متفق ہیں اس میں بھی یہ ہر گز نہیں تھا کہ کسی کو کوئی شکایت ہی نہیں ہو سکی جائے اس قانون کے اکٹا افراد تو ہر ایسی کو اپنے اور قابل حضور کرنے رہے تھے کہ بجائے حضرت علیؑ اسی اور یہاں تھی کے پوچک و غر خلیفہ پہنچ پڑے چارے ہیں۔

صدر اقوار و خامد — سیکولر ایسٹم ہی میں کہاں، ہرگز رو شکایت سے خالی اور احساں مظلومیت سے بے کار ہے اصراف تیکسوں ہی کے معاملہ کوے لیجئے کیا ہندو پاک کے شمار افراد اور ادارے اس بات کو فلم نہیں عروس نہیں کر سکے دستور نے حکمران طبقہ کو حسب دخواہ تکمیل کرنے کی آزادی کی رکھی ہے۔ کیا جرأت مددوگ آئئے دن کھل کر نہیں کہیں تو تیکسوں کی یہ بھروسہ فلم ہے۔ زیادتی ہے۔ آفت ہے۔ اسی طرح سیفی ایک جیسے قوانین کو ظالمانہ قرار دیتے والوں کی کیا کی ہو ہم ان نا انصافیوں کی بات نہیں کر رہے ہیں جو سیکولر ایسٹم کے سروہ آئین و دستور کے خلاف رواں کھٹکتے ہیں۔ اگر ان پر نظر کی جائے تب کو مسلمان سریا شکایت ہی شکایت ہیں اور خود مولانکے بھی وقت فوچتا اپنے اداریوں میں مسلمانوں کی مظاہر کا نذر کر رہا ہے۔ ہم یہیں آئیں دستور کے بارے میں بعض کر رہے ہیں کہ جب سیکولر اسٹیٹوں میں بھی اس کے بعض قوانین اور اصول و قواعد کو مبنی بر قلم سمجھنے والے بخاری نگاروں میں موجود ہیں اور رہیں گے۔ تو یہ سیکولر ایسٹم کے قیام کے لئے یہ شرکیوں ناگزیر ہے کہ فرقہ، ہر گروہ، ہر شخص خوشی سے جھوٹ کو اعتراف کرنے لگے کہ ہمیں کوئی شکایت نہیں ہے

تاثر دینے پر آمادہ ہو گیا ہے۔
سود ہو یا جوا۔ بد کاری ہو یا عربی۔ رشوت ہو یا شراب
کوئی برائی ایسی نہیں ہے جسے مٹا کر اس کا خلا بھی او رفقہ نہیں
ہے پر کتنے کی صلاحیت اسلام میں نہ ہو۔ لیکن قاہرات ہے
کہ باطل انکار و تصورات نے صدیوں میں تہذیب و تجدیں کے
بوجوہ معاپے اور اقصاد و میثت کے جو عمل تیار کئے ہیں مخصوص
چشم زدن ہیں تو پھر گیران کی جگہ بالکل نئے ذہنی پے اور حل
لکھنے کے دینا کسی بھی سمجھدار داعی اسلام کے حیطہ خالی نہیں
ہو سکتا۔ پر سمجھدار داعی خوب جانتا ہے کہ اگر اسلام پسندوں
کے باخہ میں کسی قطعہ ارض کی باگ ڈور جائے تو کرنے کا کام
سرب سے پہنچے ہے کہ وہ قانون خداوندی کو بندوں کے
خود ساختہ تو نہیں پر غالب و نافذ کرنے کا تہذیب دل سے عہد
کری۔ اس کے بعد تمام وسائل و قدرائیں جو اسکے مطابق
کے فرع و شیوه کا وسیلہ ہتے ہوئے ہیں قانون خداوندی
کے احیاء و تجدید کی خدمت پر نگاریں۔ شب ہی یہ مکن ہے کہ
صدیوں کے ساختہ پر داختہ نظام کی دیواریں رفتار فتح نہیں
ہیں اور ان کی جگہ اسلامی نظام کی دیواریں تباہی پر جلو جائیں
محل بنتے بنتے ہیں اور قلمی نوٹے تو نوٹے تو مسکن خداوندی
کرتے ہیں۔ ہم پہلے یہ قلمی کہیں کہ فلاں عمارت کو توڑنا اور
اس کی جگہ فلاں قسم کی عمارت بنانا ہمارا واحد مقصد ہیات
ہے۔ حال اگر یہ ہو کہ ہم عملی جد و جہاد اور ایثار و قربانی سے
یہ نعلق رکھ جائیں تو نیک لگتے لگتے ہر سکر کا حل ڈھونٹے
نکان اچا ہیں تو یہ شک کوئی غصیٰ نہیں سمجھ سکتی۔

تمیرے پرے میں مولانا نے محترم نے سوال پر
سوال قائم کئے ہیں۔ ان سوالات کی پیدائش بھی ہماری فاقہ
واسطے میں بعض مسلمانات کو نظر انداز کر دینے اور بعض حقائق کو
انٹ دینے کا نتیجہ ہے۔ ہم سے کہیں زیادہ مولانا کو علم ہے کہ دنیا
کے کسی بھی ذہن سے کپاس ایسا کوئی نظام نہیں ہے جو اسی
زندگی کے تمام انفرادی و اجتماعی گوشوں پر جادو ہو۔ یہ ہم ہی
نہیں کہتے بلکہ خود انہیں اپنے کے انہی یہ دعویٰ نہیں کرتے

بعض لیے باطل ذات میں افعال و اعمال کو خلاف قانون قرار دیا
جیسیں مسلمانوں کے کسی گروہ نے اسی طرح حق کردہ اخلاقیہ
کریا ہے جس طرح اہل ہند نے چھوٹ چھات اور سقی ہو جائیکی
رسم و فیر و کوئی بھی عقائد کی فہرست میں شامل کریا ہے۔

منفی الطراز دروزی

معزیب زادہ تجدید نہیں پر پیغمبڑہ کیا ہے اور
کہا ہے ہیں کہ جب بھی کسی طرف سے اسلامی نظام حکومت
اور قائمت دین کا مطالبہ کیا جائے اس کا لازمی مطلب یہ ہوتا
ہے کہ اسلامی حکومت قائم ہوئے ہی سواد اکرم پند کو دیا جائیکا
پکردوں کے باقاعدہ حڑادھڑ کا نہ جائے لیکن گے۔ زانیوں
پر فرواؤڑے برسائے جائیں گے یا حرم کیا جائے گا، عیادوں
محظیوں، ناجی محو روں میں آگ لگادی جائے گی۔ شراب کا
کوئی قطرہ جاں بلیں مریضوں تک کو نصیب نہیں ہو پائے گا
وغیرہ نک۔

ظاہر ہے اس طرح کے پر پیغمبڑے سے عوام کا خوف
دہشت ہیں جتنا ہو جانا لازمی ہے۔ کیونکہ کسی دیوبھیکل میشیں کو
یک جھوٹ بریک لگادی ہے کا انضوری ہونا اک عکرات سمجھ رون
ہے۔ وہ یقیناً ایسے ذا عیان اسلام سے پناہ مانگیں گے جو تو ان
معاذت کی گاڑی کو کیم خلیب کر دیتے کا ارادہ رکھتے ہوں
اور اتنا بھی شورا خصیں نہ بیو کرنا درد رختوں کو اکھاڑ کر ان کی جگہ
دوسرے درخت کا نکانایا بھوپنگاہی قسم کے اقدامات کے
ہیں کا نہیں ہو اکرتا۔

کوئی حیرت کی بات نہیں اگر مغرب زادہ حضرت عوام کو
یہ باور کرنا چاہیں کہ اسلامی نظام آندر جی اور طوفان کی طرح
معاشرے کو الٹ پلٹ کر کھدے گے اور اس نظام کو چلاسے
اوائی ہاں بالکل نہیں سمجھیں گے کوئی برا فی اسی ہے جسے
شدت وقت کے ساتھ فروما نا ضروری ہے اور کوئی برائی
اس زنگ کی مانند ہے جسے شریعہ دفعی حضروں سے نہیں رکھتے
رہتی اور یہ ماں سے محسوس کروی اسکی کرنا ممکن ہے۔ مگر حیرت
اس پر ہے کہ مولانا اکبر اپادی جیسا نہیں ہے فال میں اس قسم کا

جو قسم مولانا نے پیش کیا ہے اس کا تو واحد مطلب یہ ہے کہ اب قیامت تک کے لئے کسی بھی مصروف یاری مجب فتنوں اسلامی کو نافذ و قابل کرنے کی سعی کرنا اور اعلانے کلتی الحی کو تصریح العین قرار دینا کارث واب تو کیا یکسر فتنہ پیدا کریں ہے وانشی مدت دشمنی اور ظلم و تنگی کے مراد ہو گا اور یقین و حقیقتہ نفوذت کہلانے کا کراسلام کچھ بھی ہماری مشکل کا حل، ہر گز بڑی کار ساز اور اغراہی و اجتماعی صلاح و فلاح کا یورپی طرح خاص ہے۔

اہم پریشان ہیں اس فتنہ کو کیا تامدیں۔ ہمارے علم میں ایمان کا کوئی درجہ ایسا نہیں جہاں تا انہی اور اسلامی نظام کے پارے میں اس طرح کے تحریرائیں اور ایوس کن راویہ کی کجا نہ کھل سکے۔

لکھ کر مر سے نکلنے والا "اللہ و قہ" ہمارے سامنے ہو
بابت ۱۷ ذی الحجه ۱۳۸۴ء (اس میں ہر ذی الحجه کی عکاظ)^{۱۳}
ست عراق، پاکستان، پنجابستان اور جماں کے علماء کے کچھ فتاویٰ
نقل کئے گئے ہیں۔ ان میں، اسی عراق کے فضیلۃ الفتنیہ محمد
محمد وصالصوف کے الفاظ موجود ہیں۔

وَمَنْ أَعْنَقَنَا إِنَّ الْإِسْلَامَ جِنْسَ الْعِقِيدَةِ يَهُوَ كُلُّ اِسْلَامٍ
غَيْرِ صَالِحٍ لِتَحْيَا تِنَاءَ الْيَوْمِ مُوْجَدٌ زَلْمَةً مِنْ ہمارے سے
فَقَدْ كَفَرَ وَأَسْتَدَلَ فَتَّأْتِيَ اُخْرَى كَسْوَةَ اِمْلَاحٍ وَ
عَنِ الْإِسْلَامِ۔

+ + + . د کفر کا ذریکہ ہے اور اسلام سے
+ + + خارج ہو چکا ہے۔

ہمیں یقین ہے کہ مولانا اکبر یادی ہر گز بڑی عقیدہ ہمیں رکھتے
ان کے جو انکار اور نک سامنے آتے رہے ہیں وہ اس عقیدے سے اور
اس کے مضرات سے برخلاف ایمان اور صالحیت کے فطرت ہے ہیں
چھرخوں نے یہ لمحت ایک ایسا ادارہ کیوں پرداز فلم کر دیا جو اسی
عقیدہ فاسدہ کا آئندہ دار نظر آتا ہے تو یہ کسی ماہر فیاضتی کے
حل کرنے کا سعہ ہے۔ ہم صرف اتنا ہی اندراہ لٹا کر کہیں رکھیں
یہ اسلام اور بغیر اسلام کے مابین ایجاد کر پیش کیا گیا ہے اور اس کا
کیوں نکر جاہز ہوا کہ عقائدی سطح پر بھی اسلام کی برتری کا القصور ہم
قرار پائے۔

کہ ان کا تدبیب رندگی کے نام گو شمول کا احاطہ کئے ہوئے ہے
اس کے برخلاف اسلام ایک ہرگز وحاشت مذہب ہے اور
اس کے قولین دنیا کے سلسلے موجود ہیں۔ اس فرق کی وجہ سے
یہ تدریقی بات ہے کہ مسلمان اپنے اوپرے عیسیٰ بن یوسفی یا ہنڈی
نظام کے تحاط پر عرض ہوں یہوں کی وجہ اس نہایت احتلا
عہادتوں کے ساتھی جامع اور تفصیلی نظام پیش نہیں کیا تو سے
سو اکیا بھاجا سکتا ہے روحکار طبقہ من مانے قولین ناقہ کر لیکا
جن کے پارے میں پہلے سے یہ معلوم کرنے کا ہمارے پا س
کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ وہ کس قائل کے ہوں گے۔ قریبی یہی
کہتا ہے کہ وہ ہمارے مذہبی اور انسانی حقوق کو پا مال کر نہیں اے
ہوں گے کیونکہ من ملے قولین عموماً خود غرضدار اور قادر برستان
ہو اکرتے ہیں۔ حضور اجس مذہب کے حاملین اپنے ہی چھوٹے
بھائیوں میں ہولناک فوجیت کی اور چیخی اور جھوٹ چھات کے
مشقد ہوں ان سے کیا توہ ہو سکتی ہے کہ وہ پھر مذہب داول کو
فراغی کے ساتھ انسانی و مذہبی حقوق دے سکیں گے۔

مگر اسلامی نظام میں من مانے قولین کا کوئی مقام نہیں
کوئی بھی بغیر اسلام ایچ بھی یہ معلوم کر سکتا ہے کہ اسلامی نظام غیر مسلموں
کے ساتھ کیا سلوک روا رکھتا ہے اور مسلمان اپنے ہی عقیدے کی
روزے شدہ دستور اسلامی کی پابندی پر کس درج محبور و مہور ہو
اگر ہوا نئے محرم کے نزدیک ایچ بھی یہ صفات اور افت
ہی کے کہ اسلامی ایکن و دستور خدا کی خلوق کے لئے ہنری محل
پڑھنے ہے، وہ سیکولر ایزم کے نفاق سے خاری، جیسہ دریت کی
دو رنگی سی بیزار اور انسانی حقوق کا سب سے بڑا طبرد اس سے
اس نے اپنے رامن کے سامنے میں بردش پانے والے بغیر مسلموں
کو اولاد ہیسا کہا ہے اور اپنی ذمہ داری میں آئے ہوں بغیر مسلموں
کے چان و مال اور عزت و ایروں کو اتنا ہی عزیز تر کھا ہے جتنا خود
مسلمانوں کے چان و مال اور عزت و ایروں کو۔

تو پھر مجھے میں ہوں آئکہ اس مظہقی تقابل کا کیا موقع رہا۔
جو اسلام اور بغیر اسلام کے مابین ایجاد کر پیش کیا گیا ہے اور اس کا
کیوں نکر جاہز ہوا کہ عقائدی سطح پر بھی اسلام کی برتری کا القصور ہم
قرار پائے۔

چھرتاک پانس

آج کنت بندی جاری ہے۔ اور یہ عطا صرف خواہم کی نہیں، وہ خواہم اس میں پیش پیش ہیں جیسیں خیر سے سیکورازم کے خداوند اور کا گزی دی وجہ انتظامی کے وجہ و مصدر ہوئے کا شرف حاصل ہے دوسرے جائیے ابھی تھا رے وزیر داخلہ الی بھادر شاستری صاحب نے ہی محل کراس کا نامہ تو پیش فرمادیا ہے کہ مسلمان بن کر زندہ رہنے کی تمنا کرنے والوں کے لئے ان کے سیکورازم میں کوئی جگہ نہیں۔

اس معلوم و معروف صورت حال کے باوجود مولانا نے اس طرح کی تائید فرمائی ہیں جیسے مسلمان جنت میں بس رہنے پوں اور کسی جگہ اسلامی حکومت کے قیام سے اس جنت کو خطرہ لاحق ہو۔

کاش مولانا اس پر غور کرتے کہی بھی ملک میں سیکورازم کا قیام اس لئے نہیں ہوا ہے کہ گونک اکثریت کے دل مسلمانوں کی طرف سے صاف ہے۔ اس لئے وہ اخیں مذاہات سے نوازنا چاہتی ہے سیکورازم کو اپنائی کی بینادی و بھی پوری نہیں پڑھی، انکار کا حصہ تسلط ہے۔ مغرب سے اپنی نادی میں ذہنیت کے سخت سیکورازم کو اپنایا۔ جب وہ مسلمان بھی مغرب کی ذہنی علمی اختیار کر کر نہیں جکچیاں پہنچا ایک سنت نظام حیات ہے تو دوسری قومیں کیوں نہ اس علمی کا قلاude اپنی گرد میں ڈالیں گی جن کے پاس اپنا کوئی جامع نظام حیات سرے سے بے ہی نہیں۔ یہ مگر ان کرنا کوئی منی نہیں رکھتا کہ پوچھ مسلمان اکثریت کی تکنیک اسلامی حکومت نہیں پہنچا بلکہ سیکورازم ہی کوچھ نکالنے ہوئے ہیں اس سے ہمارے غیر مسلم اکثریت کے ملک میں سیکورازم قائم کرو گیلے ہے اور اگر اسلامی حکومتیں بھی شروع ہو گیں تو کھٹ سے وہ سیکورازم کو تھہ کر کے سنبھلی تو عیت کا نظام بنالیں گی۔ ہم بلا خوف تردد کہہ سکتے ہیں کہ اندیشہ بے بیناد ہے۔ بھلا سیکورازنیت پہنچانے والوں کو استھانا کوئی دوسرا نظام قائم کرنے کی کیا ضرورت ہے جب تھرے سے اخیں اطمینان دلادیا ہے کہ سیکورازم سیکورازم کے بھی حکمران طبقہ من مانی کر لے آزادی ہے اور کسی بھی قلبیت کے مقادات، پچھر، زبان، تہذیب، معاش حق کی ان کیجاں اور اگر ووں نک سے جو چاہے سلوک کرتے ہوئے اپنے گھر

تیسرے پیسے کو بار بار پڑھتے ہیں۔ یہ جو توں کا نتیجہ ہے مولانا اس میں اسلامی حکومت کو مسلمانوں کے لئے ضرر سال تباہت کرنے کے نتیجہ اندیشہ خوب ایکارکر میثیک کرتے ہیں کہ اگر مسلمان اکثریت واسے مالک نے اسلامی حکومت قائم کی تو سیکور مالک مسلمانوں کو خود خضریض اور بوق پرست فسراو دین گے اور اکثریت کا دل ان کی طرف سے میلا ہو جائے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مولانا کی دامت میں لی احوال اکثریت کا دل مسلمانوں کی طرف سے ہائل صاف ہے اور اکثریت خیال کرتے کی اکثریت کو ہرگز جمال نہیں ہے۔

اب ہم کیا کہیں، مولانا نے اپنے اسی ادارے کی کاغذ میں مسلمانوں کو حقیقت پسندی سے گزرا دوچھا تیت سے بولگئے کا عذر دیا ہے۔ لیکن خود ان کا یہ تھا کس حقیقت پسندان ہے اس کا فیصلہ ہر ہوشمند ہے اور اسکی کریمانہ سیکورازم کے زیر سایہ جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ ہو رہا ہے اسے بار بار یاد دللتے ہوئے بڑا نقاباں ہوتا ہے۔ یہ پاچ سو سے اوپر فسادات جن میں مسلمانوں ہی کا قتل عام ہوا۔ اور یہ ہر شعبہ زندگی میں قدم پر بطف و کرم کی بارشیں خود مولانا بھی تو بھی بھی ان کا نام کرتے رہے ہیں اور ابھی اس تحریر کی سیاہی بھی حکیم نہیں ہوئی ہے جو مولانا ناہی نہیں مشرچا گھر گی مگر افشا تی پر فتنہ کرتے ہوئے پس قلم کی تھی اور اسیں مسلمانوں پر توڑی جاتے والی بعض قیامتوں کا ذکر کیا تھا۔

یہ سب کیا دل صاف ہے کی باتیں ہیں؛ کیا مسلمان پیوں کی تھی پر سورہ ہیں جو اخیں کا غوف دلایا جائے غور خرض اور موچ پرست کی بھی ایک بھی رہی۔ مولانا ان ہلے پھلے افاظ کو لئے پھرستے ہیں جا لائک اکثریت اخیں اس سے کہیں زیادہ بھیاںک، سخت اور تلخ خطاہات دینے سے نہیں چوک رہی ہے۔ غدا و دلن، علیحدگی پسند و فقر پرست جزوی کوئی سیاسی گاہی ہے جو اخیں آزادی کے رویاؤں سے

رکھ جائیں لیکن اشاجرم گزدا ناچاہتے اور رداواری اور مساوات کے فلک شکاف دس دوں کلپن جم جول کا توں اس توں میں لہراتا رہے۔

یہ باصل الگ سلسلے کے حقیقی اسلامی نظام کا قیام اس وقت کس جگہ کس قدر دشوار ہے۔ بحث علیٰ امکانات کی تہیں عقیدہ و فکر کی ہے۔ زیرِ گفتگو شذرے سے تویر خاہر ہوتا ہے کہ اسلامی نظام مولانا کی نگاہ میں حقیقتاً بھی ایک برلنی اور ظلم ہی سے عمارت ہے جس کے بواب میں غیر مسلم حکومتوں کی طرف سے انتقام ہی کا تصور کیا جا سکتا ہے۔ یہ تصور نہیں کیا جا سکتا کہ اسدت اچھا اثر بیا جائے اور اس کی تعریف کی جائے۔ حالانکہ ہم اس سکر خلاف یہ تین رکھتے ہیں کہ مرکب پ کے اگر کہیں حقیقی اسلامی نظام قائم ہو جائے تو اسلام کے پارے میں وہ رفتار فتہ زیگ اقوام کی غلط نہیں کاہترین ازار کر کے گا اور جب دہاں کی اقیمتیں اسلام کے عطا کردہ حقوق و تحفظات سے ہرہ دہ جو کہ نیا کو نیا نہیں گی کہ ان کی زندگی کس قدر امن و مانیت سے گزر رہی ہے تو تماج وہ نہیں پیدا ہوں گے جنہے مولانا دُر اور زداری ہے ہیں۔ مولانا خوب جانتے ہیں کہ اسلام ناقص کا عمل نہیں۔ حقیقی اسلامی نظام اسی نظام کو کہ سکیں گے جس میں ہر مسلم و کافر کے ساتھ ٹھیک و سی سلوک ہو جو دستور یہی طور پر دیا گیا ہے۔ نہیں کہ شہری حقوق کی کیا بنت کے جس وعدے کے کہ مولانا سکو اسلام کی روپی ایجاد نوئی کے طور پر پیش کی۔ سبے ہیں اسی طرز کے خو صورت دھرتے تو اسلام برادر چھانبار ہے لیکن علی کہے اس کے بر عکس۔ علی ہی اصل ہے۔ کافری تحریروں کے تمام انبار اسی لئے تیار کئے جاتے ہیں کہ انسانوں کی عملی زندگی امن وحدت کے ساتھ گذشتے ہو جائے۔ زندگی وہ کافریزادہ حقوقی ہے جس میں نئے گئے حقوق کو عملانہی دیا جائے۔ اسکے مقابلہ ہیں مغلوقیت جو میں حقوق کی نہیں تھیں بلکہ بہت بھی ہو مکمل عمل ادا۔ بھی حق کی کوئی پردازدگی جائے۔ لیکن اسلام کا معاملہ تو یہ ہے کہ اقبالیوں کے لئے اس کی فہرست حقوق بھی بخیال اتر نہیں فرا خدا ہے اور ہر یہ حق کی ادائیگی کو بھجوہہ بنا تقاضا اور بغیر دھل و غا کے فرض مسترد ہتا ہے۔

ایسی ائمہ یا لوگیں ہی نے عقائد اور اپنے اخواض و مفادات کو لے رکھ دیتے امیں بات تھے کہ میں ہے۔

مجس گزوہ کو یہ پارس کی پیغمبری باختہ آجاتے کہ سیکھو لازم کا لیسیں لگا کر تیک نام بھی رہو اور تمام وہ مدن مانیاں بھی کرتے رہو جن کا سیکھو لازم سے کوئی رشتہ تھیں۔ اس کی عقل پر کیا پیغمبر پڑھائیں گے کہ جو ہے مجھکے سے گرسی ملک میں اسلامی حکومت قائم ہو جائے تو وہ جو شیخ مقام میں اس پارس کی پیغمبری کو دریا برد کر دے۔ آج سیکھو لازم کے بجائے ہوتے ہیں مجھی الگ گزوہ تمام انشا فیصلہ اور کتاب میں آسکتی ہیں جن کا افراد خود مولانا کو بھی ہے تو کون کی نا تعالیٰ سببے جس کا ارکان ہے۔ کرنے کے لئے کسی اجر نوعی حکومت قائم کرنا ضروری قرار دیا جا سکتا ہے۔

پھر یہ بات بھی کیمی عجیب نہیں کہ الگ ہیں حقیقی اسلامی حکومت قائم ہو جائے تب بھی مولانا کے زندگی وہ لازم ہے تعالیٰ فیصلہ اور عالم راغبوں پر بینی ہو گی جس کا انتقام لیتے کے لئے سیکھو لاحیں تڑپ افسوسی۔ حالانکہ تاریخ اس کی گواہ ہے کہ جب کبھی کسی بھلے حقیقی اسلامی حکومت قائم ہو شے دہاں کی تقلیلیوں نے اسے اپنے حق میں نہست تصور کیا ہے اور علیٰ و فلزی طمع پر بھی یہ بات اُنہیں ہے کہ جو ہی طور پر جو تحفظات اور حقوق اسلامی نظام لیتے دا لے خیز مسلموں کو دریا ہے وہ اس لاری نظام سے لیوں زیادہ بھی بھوڈ عویٰ تو رداواری اور مساوات کا کریا ہے لیکن عملاً اس میں اکثریت کے ذاتی انکار و عفاف کی عملداری ہوتی ہے اور تقلیلیوں کا ہر حق اکثریت کے رحمہ دکھری معلق ہو کر رہ جاتا ہے۔ ہمارا ملک اس کی زندگی مثال ہے یہاں دستور نے تو تقلیلیوں کو مساوات کا درجہ دیا لیکن عمل اہم اسی زیرہ سنتی اور بے کسی اس مرحلہ میں ہے کہ ہم پر یہاں دن بیغدر بڑھا کر دہلان کے خاندان زندگی میں چاہیں، ہماری جانداری برباد کر دی جائیں، ہماری آبرو میں لوٹ کر جائیں، ہمارے اقتصادی وسائل پر پے درپے ٹھیک ہوں۔ ہمیں ملاؤں میں سیمہ تناسب زیل سکے، ہمیں دردست کرائیں اور نا تعالیٰ فیصلہ پر اجتماع کرنے کے صلیبیں فرقہ پرست کہا جائے۔ مگر مذاقتوں کو پھاپشی ملے۔ زیریروں سے بھر جو حیا سیہے ہو، نزخوں پر بچھتے

صرف لفظی مذکور تک نہیں کر سکتے بلکہ بوجہ اس سے مزاج یا پر غنیارکنے کا اندازہ ہوتا ہے۔ مگر پاکستان کے خلاف زیان مکھوٹے میں ان کی ذکاوت حس کا جواہر نہیں ہے جو وقشاً فوتوٹاً یہ نہایت سفافی سے کہنے رہتے ہیں کہیاں اسلام خوب بھل پھول رہا ہے اور مسلمانوں کے ساتھ کوئی ناالٹافی نہیں کی جاتی۔

مسلم کی حیثیت و نعیت

خیریہ تو عملی حالات تھے۔ ہم غالباً اصولی و آئینی مسئلے پر بھی عبدِ عرض کرتے ہیں کہ کلیدی مناصب سے مسلمین اسلام کو غیر وادار اور سیکورزم کو فراخیل پا درکذا ایک مقام پر ہے اور بس۔

دنیا کا متعدد اصول اور ائمہ ہے پر کلیدی مناصب پر دیکھنے والے فاضل ہو سکتا ہے جو دستور سے صرف حقوق ہو بلکہ اس کی وقار ارجی کا بھی حلف اٹھاتے۔ اس کے بعد یہی مسلمات میں سے ہے کہ مکاراں پارٹی اٹھی افراد کو کلیدی مناصب لغو یعنی کرے گی جو اس کے نظریات، اس کے دلیل، اس کے مقاصد اور اس کے میلانات سے کم سے کم بغاہر تفاق رکھتے ہوں۔

اسلام کا اس سے زیادہ کوئی قصور نہیں کہ دوسروں کی طرح وہ بھی اصول اور ائمہ کی پابندی کرتا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ سیکورزم دستور پر نکار اس طرح کے تصورات دو قواعد پر مشتمل ہوتا ہے کہ کسی مسلمان یا مسند یا عیسائی کا اس سے مذہب پر تمام رہتے ہوئے بھی اس سے حقوق اونا اور اس کی وقار ارجی کا حلف اتحاد احوال نہیں ہے اس نے کسی مسلمان یا عیسائی کو کلیدی عہدات سے باہما تھے کہ وہ دستور سے حقوق اونا اس کا وقار ارجی۔ اس نے نہیں دیا جاتا کہ وہ مسلمان یا عیسائی یا ہندو ہے۔ اگر وہ صاف طور پر کہتے کہ میں اس دستور پر یقین نہیں رکھتا، اس کی وقار ارجی کا حلف نہیں اٹھا سکتا بلکہ میں تو ان عقائد و نظریات پر اپنا رکھتا ہوں جنچیں یہ دستور جرم و گناہ قرار دیتا ہے تو کیا بھی اس شخص کو اونچے مناصب تعویض ہوئے مکن ہیں؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو کیا اسے

جو تحریر سے میں مولانا نے ایک فتحی جزوئی کا ذکر فرمایا ہے اس کے متعلق بھی یہیں پھر وض کرنا ہے۔ لیکن اس سے پہلے ہم اس نتیجے پر کھلکھل کر اس جزوئی سے انہیں کیا گیا تھا۔

کلیدی مناصب کا مسئلہ

آپ دیکھ آئی رہے ہیں کہ مولانا نے سیکورزم کی اس قانونی دفعہ کو اس میں بڑے سے بڑے عہدہ پر مسلمان بھی فائز ہو سکتا ہے اس اندرا میں پیش کیا ہے گویا اتنی بڑی عطا اور اتنا خطیم حسن سلوک ہے کہ جو دستور اس سے خالی ہو وہ ہرگز منہ رکھنے کے لائق نہیں چاہے وہ اس کے علاوہ کتنے ہی حقوق و اختیارات افیونوں کو خلا کتا ہو۔ اس کا مطلب واضح طور پر یہ ہے کہ اسلامی نظام میں بھر نکل کلیدی مناصب پر غیر مسلمین کے لئے کا جو اسیں ہے اس نے دوسروں کی ای کی نظریں نہیں خود مولانا کی تظہیریں بھی اسلامی نظام افیونوں کو حقوق و حریمات دینے میں مبتکل ہے۔ اور سیکورزم اس سے شرکہ کر فرما دیں اور انسانیت نواز ہے۔ یہ خیال کسی غیر مسلم کا ہو تو جائے شکایت نہیں لیکن خود ہم مسلمان بھی اس پر ایمان لے آئیں تو خدا ہم بتھر جاتا ہے کہ ہمارے ایمان و اسلام کو اللہ تعالیٰ کس زمرے میں رکھے گا۔

کیا یہ واقع نہیں ہے کہ ہماری سیکورزمیت میں کچھ مسلمانوں کا اوپر بھی عہدوں پر فائض ہو جاتا اسی بھی مرعنگ علاج ہے۔ اس کے برخلاف بھروسی طور پر اس سے عامہ مسلمین کو تقصیان ہی بہنچا ہے۔ یہ وگ اس دینبر پر دے کی حیثیت رکھتے ہیں جسے اس نے لکھا یا بھی اس کی آڑ میں وہ سب کچھ کیا جائے چہ ملک کر کرنا رسوائی کا موجبہ میں سکتا ہو۔ یا پھر ان کی حیثیت شرطیت کے چہروں تھی ہے۔ یہ لوگ مسلمان ہونے تو اپنے ہوں گے۔ امانت مسلم کی اجتماعی زندگی کے لئے بھی اہمیت ان بھیوں کے لئے سے زیادہ نہیں ہے اکثری ارباب ائمداد اپنی مرضی کے مطابق ہونکتے ہیں، ان کی پر ٹھیری، سب جیتی اور وفاد پر ستفی کا عام شور ہے کہ ملک میں جگہ جگہ مسلمانوں قیامت توڑی جائے تو یہ زبانی ہمدردی اور ظلم و قعد دکی

پنکڑی بھی عذر دردی ہے کہ وہ ان کی حرمت پر نہہ دل سے ایمان رکھنے والوں اور ذاتی طور پر ان کے پاس پچھٹنے کا تصور بھی نہ کریں۔ سہی حال محدود نات و اصر کا ہے کہ نماز اور روزے و غیرہ کی مشینی نوع کی ادائگی کافی نہیں بھجو گئی بلکہ ان چیزوں سے ایک جذبائی تعلق بھی لازم قرار دیا گیا۔

اس صورت میں ان لوگوں کو کلیدی مناصب نہ دینا یوں کوئوں کو اسلامی دستور سے جذبائی تعلق تو کبی اتنا سامنی تعلق بھی نہ ہو کر زبانی، ہی اس سے اتفاق رکسلیں۔ اسلامی دستور کی بیانات قرآن و سنت پر ہے کہ شخص کا غیر مسلم ہونا صرف خود پر بھی تو معنی رکھنے پر کوئہ قرآن و سنت پر ایمان نہیں رکھتا بلکہ کسی ایسے دن کا پیر وہ ہے جسے قرآن و سنت درست تسلیم نہیں کرتے۔ ایسی حالت میں اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ وہ اپنے دین پر قائم رہے اور اسلامی دستور کی دفاد اور کاخلاف بھی اٹھا سکے۔ حلق تو دستارہ تو محض دکھانے کے طور پر بھی یہ نہیں کہ سکتا کہ میں اسلامی دستور سے متعلق ہوں کیونکہ کسی شخص کا غیر مسلم بھی ہونا اور اسلامی دستور۔ قرآن و سنت سے متعلق بھی ہونا ایسا ہی مفہاد ہے جیسے دن اور رات زمین اور اہمان۔ پھر آخر کیسا انصاف ہے کہ اس طرح کے لوگوں کلیدی مناصب نہ دینے پر اسلام شکری قرار بائے حالانکہ سکولرزم اور بر ایام اسی اصول و عمل کا سامنہ ہے۔

ہفتہ جزئیے کی بحث

جیسا ہے واضح بھی کہ اسلامی نظام میں غیر مسلموں کو کلیدی حکمیتے دیتی چکیں اس اصول کے مطابق ہے جو تمام دنیا میں معنوں بھاگی ہے اور اس کی بر حکومت کا عمل ہے تو اب آئیے دیکھیں کہ متذکرہ ہفتہ جزئیے کی کیا جیشیت و اہمیت ہے۔

ہمیں گماں یہ ہوتا ہے کہ حق بالہ کارم والہ خلا میں کتابت کی علیحدی ہو گئی ہے ورنہ صحیح فقرہ حق و حق بہ کام اور اخلاقی ہر یا پھر بعکار م اخلاقی راستی اخلاق بغیر الف نام کے) بخ ری جلد اول باب بعینان الکعبہ میں باب اسلام ای ذر کے تحت یا العاظیہ نہیں فقال له ر آیۃ

تبلیغ دل کہا جائے گا؟ ایسا بھی نہیں۔ ہر ہوشند بھی کہے گا کہ یہ تو بالکل درست اور منصفاً نہ طرز عمل ہے۔ جب دستور ای سے ایک شفیع متفق نہیں ہے اور بر سر اقتدار پار ہیڈ کے مقاصد مجموعات سے مفترف ہے تو اسے کیونکہ اسے عہدے دیے جا سکتے ہیں جن پر دستوری مقاصد کے بازار ہونے نہ ہونے کا مدار اور کامیابی سے حکومت چلتے نہ چلتے کا اختصار ہے۔

کیونکہ مسلم ہو یا سکولرزم۔ کوئی بھی ایام ہو۔ اس کو ہی عمل ہی بھی اصول اور بھی فیصلہ ہے کہ کلیدی مناصب پر وہی لوگ فائز ہوں جو دستور کے دفایکش اور متفق مقاعد کے حامل ہوں۔ میں بھی اصول و عمل اسلام کا بھی ہے۔ وہ کبی کہنا ہے کہ ہم بھی کلیدی مناصب اپنی لوگوں کو دینے گے جو دستوریں بینن رکھتے ہوں اور حکمران پارٹی کے مقاصد سے متفق ہوں۔

تو اخیر یہ کیسا انصاف اور کس طرح کی مفہوم ہے کہ یہ کیسے ہی اصول پر کیونکہ مسلم ہو یا سکولرزم اور دوسرے نام ایام عمل پر یہ اہم تو انہیں دل ہوں کہ سرمایہ جاتے، لیکن جب اسی اصول کو اسلام اپنائے تو اس پر تبلیغی، حقیقی اور فرقہ پرستی کے ایزاد عائد کردئے جائیں، مانگوں مولانا یا الزام محل کر نہیں رکھا رہے ہیں۔ یہیں کیا ان کا پورا اشتراک اور اس کا بین اسطورہ مفہوم سے نہیں ہو رہا ہے کہ سکولرزم کے مقابلہ میں اسلام کو وہ بھی تکلیف اور کو ماہ مدل ہی تصور کرتے ہیں۔

اسلام اور غیر اسلام میں ایک ذریعہ بھی بینا دی ہے کہ غیر اسلامی نظاموں میں ترقائقوں کے تقاضوں کو نہ لصی بینی ادا کر بیندھا دینا بھی کافی ہو جاتا ہے۔ مثلاً سکولر حکومت کی پالیسی اگر یہ فرار پائے کہ قلاد صوبیے میں شراب، بوشی کو تاجاً نہ قرار دیتا جائے تو اس صوبے کے وزیر کیا ذرداری صرف اتنی ہی نہ گی اور عدم جواز کا قانون تاقدیر کے یہ مذکوری نہیں ہوگا کہ کروہ دل سے بھی شراب کی حرمت پر بیان رکھتا ہو۔ بیان تو کب اگر وہ ذکر کچھی تھیے خود بھی پیتا ہے یا کوئی غذر تراش کر کھینے بندروں میں پہنچے تو کوئی اس پر دار و گیر کرنے والا نہ ہو گا۔ یہیں اسلام کا معاملہ اس سے جدا ہے۔ ہماری صرف یہی کافی نہیں کہ اسلامی نظام کو چلانے والے افراد شراب و زنا اور فحشو سود و غیرہ کی بندش کریں

تو عجیب بات ہے کہ اس معاملہ میں مکارم اخلاق کا عالم نہیں کیا گیا بلکہ اس کے مقابلہ ذمی اور جنی سے زیادہ ہوں گے۔

اگر یہ کہا جائے کہ یہ تو قانون کا معاملہ ہے مولانا نے موصول کا ایک حصہ معاف کر دیا ہے میں کے سلسلہ میں مکارم اخلاق کو دیکھا ہے۔ معاف کر دیا ہو تک اخلاقی چیز ہے اس نے اس کے باب میں مکارم اخلاق کا اصول رسمی کر سکتا ہے تو یہ تمہیں کے کلیدی مناصب کے دینے جا سکتے ہیں یہ کوئی اخلاقی سلسلہ نہیں ہے بلکہ تھیک قانونی وصولی سکتا ہے سیکور ازم اگر سیمن کو وزیر اعظم ہے اسکتا ہے تو کوئی ایسی رعایت نہیں جو اس نے اپنے قانون کے مقابلہ دی ہو بلکہ تو اس کے قانون ہی کے مقابلہ ہے اور اسلامی نظر اگر غیر مسلم کو وزارت عدلی تقویض نہیں کر سکتا تو یہی اس اقتداء میں ہے تو کسی قوم کی دینی اور عقائد میں اختیار کیا گیا ہو بلکہ تو دنیا بھر کے طے شدہ اصول کے تحت ہے۔ محیثت آئندہ شے ہے پہلا مکارم اخلاق والی صحیح اس کے سلسلہ میں اسی طرح کام نہیں اسکی جس طرح اللہ کا یہ ارشاد کر حصل مُؤْمِنِ رَحْمَوْهُ۔ اسے مسلمان بھائی بھائی ہیں (رواشت اور نکاح وغیرہ کے قانون) میں ہوڑ نہیں ہوتا۔

شاید یہ کہ وہ درگاہ جیتھی جنگی اور کشم وغیرہ میں کسی فردا کا حسن اخلاق اثر اندازی کر سکتا تھا۔ اب تو موصولات کی جیشیت خالصہ آئینی و انتقامی ہے جس کا کوئی تعلق اخلاق سے باقی نہیں ایک حوصل یا کشم افسوس ہے جو ہر ہاں پر تھیک وہی ڈیلوں وصول کرے جو قانون نے مجبتن کر دی ہے۔ پس مکارم اخلاق والی صحیح کو جیکی دغیرہ کے سلسلہ میں استدلال بنانا اب سمجھنے کی سے زیادہ کوئی وزن نہیں اور کھٹا۔

راپلے کے اپنے بھوکت جو پی اکشم وغیرہ کی شخص ہو کر قیوس کا ملک اپنے ملکی حالات اپنے ملکی مصلحت اور اپنی ضروریات پر مبنای رکھا۔ یاد پر کرد و میری جو تھیں اپنے تھیں مذکور ہیں اسے اپنے اکٹھوئی ملکی خدمت ہے تو وہ ملکی موصول کی تھیں اور اپنے انتقامی کی مناسبت مذکور ہی گز اور دوسروں کی دیکھا دیگی۔ خالصہ کی مدد کے پالاؤ شوں کو کمزور اور کرد تو

یا میربا المکارم اخلاق۔ پھر بخارتی جلد دو گم کتاب الادواب۔ باب حسن، الحلق میں یعنی الفاظ اخلاق کے الف لام کے ساتھ آتے ہیں۔ ہدایہ۔ باب فی من یہ مَرْعَى الْعَالَمِ میں بھی ۱۱۳۱ صفحہ بمکارم الاخلاق، ہی کہا گیا ہے۔

خبریز نو صفحی بات تھی۔ ہو سکتا ہے کہ کتابت کی غلطی نہ ہو ہمارے علم کا قصور ہو۔ کلام الفاظ میں نہیں اس مرعایہ میں ہے جو اس استدلال سے حاصل کیا جا رہا ہے۔

اوّلہم رَبِّيْنَ سے قاصر ہیں کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ ہم مسلمان اخلاقی فضائل کو اختیار کرنے کے زیادہ مستحق ہیں تو اس سے یہ کیسے ثابت ہو گیا کہ کفار کی ذمی ہوئی رعایت کے مقابلہ میں تھیک و مُکْرِم رعایت مسلمانوں پر فرض ہو دوائے کے مقابلہ میں ذھانی اور تین آئے بھی تو فضیلت رکھتے ہیں، اور کوئی فضیلہ یہ بھی کہ سکتا ہے کہ دوائے کے مقابلہ میں آٹھ آئے معاف کرنا صحیح معیار اخلاقی ہے۔ کیا وجہ ہے کہ تھیک دو گنہ ہی رعایت کو نہ صرف مناسب بلکہ قرض قرار دیا جائے۔ مثیلیاً یہ کہ اگر ارشاد مذکور قانونی معاملات میں لا محدود استدلال کا عمل ہے تو پھر یہ کیا بات ہے کہ فقہا کہتے ہیں

وَإِنْ عَدِيْدًا لَّهُمْ يَأْخُذُونَ اور اگر پڑھ پڑھ کر دار الحکم مقتدی بعشر اور نصف کفار ایم مسلمانوں سے زھانی فیصلہ پیائیں فیصلہ موصول وصول عشر یا اُخْدَنْ یا قدر سواہ رست ہیں تو اسے بھی ہماری تکوٹ علی الْعَالَمِ۔ باب فی من یہ مسند ایسے انسانی وصول کیا جائے گا حالانکہ مکارم اخلاق کا تقاضا تواریخ چاہئے تھا جتنا وہ وصول کرتے ہیں ہم اس سے آدمی وصول کریں۔ پھر فقہاء نے یہ بھی کہا

اوّلیا جائے گا مسلمان ڈھانی میں بعشر و من الدن می فیصلہ در ذمی سے بائیع فی صد اور جویں سے دس فی صاری۔ ایسا نصف العش و من البحوثی ہی کلم دیا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ، ھلکن امْرَرَ عَدْدَرْ اپنے کا پیدا رکھوں۔ شھادتیں (حوالہ مذکور) اپنے کا پیدا رکھوں کو۔

پر مختلف شروعوں سے ڈیوٹی لگاتا ہے اور وقتاً فوتاً ان شروعوں میں تبدیلیاں بھی اسی کا کام ہے۔ اس کے لئے جائز ہے کہ کسی مالی پر دوسرے محسول لگتے یا تین آنے یا ایک روپیہ۔ مکارم اخلاق کے تحت محسول ہیں کچھ کمیا معاونی و سورہ کے کسی تقاضے پر افسوس کے خلاف نہیں ہے مگر کلیدی مناصب کا مستلزم تو ایک انتہائی اہم اور بنیادی منصب ہے۔ و سورہ کو کلیدی منصب ہے۔ الیاس مسلم ہے جس پر حکمرت کے مقاصد اصلیہ کا اختصار ہے۔ حکیم عجیب تمام معاصر قوت ہیں ہو سکتے ہیں وہ فرع بھی یا سخت ہیں۔ الیاس مکارم اخلاق کے تحت منتشریات، سود، قواریز و بیرونی ممکنات کے احکام میں کمزوری و مقتدرت ہیں کی جاسکتی تو بھلا اس اہم نزاکتوں کو کیسے بدلا جاسکتا ہے جو کسی نظام اور دستور کو کامیابی کے ساتھ جلاسنے کے لئے اتنا ہی ضروری ہے جتنا انسانی زندگی کے لئے ہوا اور فدا۔

ہمارا اناض خیال یہ ہے کہ مطلوبِ مقصود کے لئے مکارم اخلاق والی نصیحت سے زیادہ قوی استدلال مؤلفۃ الغلوب کے جزو یہ ہے ہو سکتا تھا۔ یعنی الشیعہ تالیف قلب کو زکوٰۃ کے ایک مستقر صرف کی جیشیت دی ہے۔ لہذا تالیف قلب یہ کسے تحت غیر مسلموں کے لئے کلیدی مناصب کا دروازہ مکھول دیا جاتے۔ لیکن سب جانتے ہیں کہ زیادہ قوی استدلال بھی رسول اور صحابہ اور ائمہ دفقوہ کی لگاہ ہیں اس لائق نہیں پھر اکر اس کے تحت محسول دین کی بھیث دیتے کا جواز تک آتا۔ یہو نکاح احسان و اخلاق اور تالیف و دلداری کے کچھ حدود ہیں۔ خود کش پہرا مادہ ہو جاتے کو حسن اخلاق اور تالیف کا امام نہیں دیا جاسکتا۔ خود کش تو دوڑ کی بات ہے اتنی بھی اجازت اسلام نہیں دینیا کرد لداری و تالیف کی خاطر معرض نہیں یا ان کے میں کردہ شراب و شاہد کو قبول کر دیا جاتے۔ زاد کی اجازت دیتا ہے کہ مکارم اخلاق کے طور پر ان تمام ازادیوں، عیاشیوں اور ترقی پسندیوں کو اسلامی حکومت جائز فراز دیتی ہے جیسیں سیکولر اسٹیٹ میں نہ صرف جائز لیکر نہیں بلکہ کامیاب قرار دیا جاتا ہے۔

فترت کافر

تجھی، بکری، پڑی، ہاتھی سب جوان ہیں لیکن انکی ساخت

سوال یہ پسیدا ہوتا ہے کہ کیا مکارم اخلاق کے تحت حرام افعال بھی اختیار کئے جاسکتے ہیں؟ یا مکارم اخلاق کے تحت اُن ضابطوں کو بھی نہ کیا جاسکتا ہے جو دستوری اختیار سے ناقابل تباہی ہوں۔ مثلاً سیکولر حکومتیں الگر دوزن کی ممکن مسات اور صنعتی اختیار سے کسی بھی شہری میں فرق ذکر نہ کیں اور سچے النظری میں بنتا ہیں تو کیا مسلمان حکومتوں کو بھی مکارم اخلاق کے تحت نہ صرف اسی و سچے النظری کو اختیار کر لینا ہو گا بلکہ شیک و دوئی و سچے النظری فرض ہو جائے گی؟ سیکولر حکومتیں رقص و سرود کو جائز بھی ہیں اپریٹ سے شراب پینے اور جو کچھ کو منوع ہیں تو اور دیتیں۔ سیخا، تھیتیوں پاں روم، نکب گھر ان کے بہاں تبدیل و تبدیل کی جان ہیں تو کیا مسلمان حکومت بھر بھی مکارم اخلاق کے تحت اُن فاعلوں اور سخاونوں میں دوئی پیش قدمی کرنا فرض مانا جائے گا؟

ماں محاملات ہی سے ایک شان لیجئے۔ ماں ایک حکومت میں کچھ دوست مذہب مسلمان اور کافر حکومت کی وفاداری میں پیش ہیں۔ ان کی خدمات کارکارا رڈ ایشاندار ہے۔ اسی کارکردگی کے سب معرفت ہیں تو کیا ان اوصاف کے صدقہ میں حکومت مسلم اس کی مجاز ہو سکی گی کہ مکارم اخلاق کی دلیل سے رکود و خراج کی ان تھیجینہ شروعوں میں ان کے لئے کوئی تبدیلی کر دے یا انکے احوال پر ان حقوق سے دشکش ہو جائے یا جو اللہ اور رسول نے دستوری طور پر میں فرمادیکے ہیں۔

ہم سمجھتے ہیں مولا نا اس نیچے سے تھق نہیں ہو سکتے، پھر آخر وہ اس نیچے سے کیوں نہ تھق ہو گئے کہ مکارم اخلاق کے تحت اسلام اپنے اس بنیادی اصول سے تحرف ہو جاتے جس سے اختراف کا دوسرا نام خود کشی ہے۔ اس خود کی کام مشورہ سیکولر ایڈم یا کسی اور ایڈم کو تو بھی کسی نے نہیں دیا۔ شاید اسٹیٹ نہیں دیا کہ مسلمانی ہوش و حواس کے ساتھ ایسا مشورہ دینا غلط ہی نہیں ہے۔

سامنے کی بات ہے کہ جگہ اور کشم کی شرحیں دستوری فلسفہ کی پڑی نہیں ہیں مسلمان حکومت ہوں یا اغیر مسلم حکومت ان کا متعلقہ حکمہ سیاسی و معاشری مصالح کے میش نظر مختلف اشیاء

یہ بیان کی گئی ہے کہ جب ایک ایسی اقتدار حاصل ہو تو وہ غاز و رکوٹ کا نظام کا تمکرستے ہیں اور اشکے واضح فرمودہ اور نوازی کے نفاذ میں سرگرم رہتے ہیں۔

لیکن ظاہر ہے کہ سیکولرزم اس کے منافی ہے۔ وہ فقط اجازت نہیں رکھتی کہ حکومت کسی بھی مذہب کے حق میں جانیدار ہو۔ اسے پھر یہ گئی کہ بمارے سیکورڈیس میں اس غیر جانبداری کا کیا حال ہے۔ بحث قانون کی ہے۔ سیکورڈم کا بنیادی قانون یہ ہے کہ ذاتی حیثیت میں حکام چاہے تماز پڑھیں یا مدد میں جائیں، بھیں یا بھیں یا کیر ترا میں لیکن ایک ایسی ریحق ہیں ہے کہ اجتماعی دائرے میں کسی بھی مذہب کو فرود دینے کی کوشش کریں یا خروج کا ایک پیسہ یہی اپنے طور پر کسی مذہب کے شیوه میں لکائیں۔ وہ ہندو ہوں یا مسلمان، عیسیٰ ہوں یا سکھ یا ان کی افرادی حیثیت ہے۔ ناچھ طرح ایک عام ادی پژوه لینا ہے اسی طرح وہ بھی پڑھ سکتے ہیں لیکن سرکاری طبق پرورہ اقامت صلاة اور اشاعت دین کی چند جگہ ہرگز نہیں کر سکتے۔

یہ ہیں دو متناقض پڑھتیں۔ تو کیا اس میں یہ عقیدہ رکھنا چاہیہ گر اثر نے مسلمان حکمرانوں کو جن انور کا مدد اور پیاسا یا تحاوہ نافعی کے مراد فہریں اور سیکورڈم جورا سرہ کھینچتا ہے وہ میں انصاف ہے۔

اور کیا غیر ملکوں کی طرح ہمیں بھی اسی عقیدہ رکھنا چاہئے کہ قانون سازی کا تمام ترقی انسانوں ہی کو ہے اور کم اجتماعی ارتگری میں خدا کو یہ دخل کر دینا ہی اعلیٰ درجہ کا اعدل ہے۔ اگر یہ تعلیم مولانا ناظم دے رہے ہیں تو اخواں ترتبہ تحریک کا کیا نثار ہے کہ جس طرح کے دستور غیر مسلم بناتے ہیں اسی طرح کے دستور مسلمانوں کو بھی اپنی ملکتوں میں بنانچاہیں، عمال و افسال کا تعلق ذہنی عقائد و عقایم تے ہو اکتا ہے۔ جو شخص یہ تغییب و تباہ ہے کہ تم خلاص آدمی یا اگر وہ جیسا عمل اختیار کرو، چاہیے وہ تمہارے اصول و عقایم کے مطابق نہ ہو۔ وہ اس کے سوا کیا ترغیب دیتا ہے کہ اپنے عقائد و عقایم بھی تم اسی جیسے کرو۔ آج مسلمانوں کی دینی حالت کس درجہ زیور ہے اس کو بحث نہیں۔ مسلمان حکمران اسی ملکتوں میں ہو کفر یا نصیلانے ہوئے ہیں ان سے بھی یہاں سورض نہیں۔ فقط ظاہر ہے تو کسی

ان کے مزاج، ان کی صلاحیتیں چوڑا چھاہیں۔ بھلی مرجائے گی اگر بھری کی طرح پھیل پہاڑوں کی راہ سے۔ بکری ہلاک ہو جائے گی اگر بھلی کی طرح دریا کوہاں کا شہنشاہ ہے۔ اسی طرح اسلامی نظام اور غیر اسلامی نظام اپنے اپنے جدا ہزارج رکھتے ہیں۔ ان میں بعض چیزوں تو اسی طرح مشترک ہیں جس طرح بھکاری اور صاف اور جنتیں تمام جانداروں میں مشترک ہیں لیکن بعض چیزوں اتنی مختلف ہیں کہ اگر ان میں یکساں استھانہ کی کوشش کی جائے گی تو اسلامی نظام کا وہی ہشتر ہو کا جو بھی کا جھکی ہیں اور بکری کا یا اپنی میں پھٹکاو اس فرق کو سمجھنے کے لئے اس مرکزی عقیدے پر نظر رکھیے جس سے ذیلی عقائد و نظریات کی تہریں ملتی ہیں اور جس کی جیشیت مدد و مصدر کی ہے۔

مرکزی عقیدہ

اسلام کہتا ہے کہ صلح و کوافر ای اند کے لئے ہے۔ اللہ نے جس شکر حرام فرار دیا ہوا وہ حرام ہی رہے گی چاہے پوری دنیا اس کی حلات کا دوڑ دے۔ اور جسے فرض دو اجب یا محمود و مطلوب غیر ادیا اس کی بھی حیثیت برقرار رہی گی خواہ سارا عالم اس پر بظہر و طعن کرے۔

دوسرے تمام نظام اسلام کے ریکس عقیدہ رکھتے ہیں ان کی نظر میں اجتماعی دو اسریں اللہ کا کوئی دخل نہیں۔ حالت اور حرمت، درست اور نادرست کے تمام فیصلے خود دی کریں گے دوسرست اور لا کسنس دیدیں تو شرک و شابدیں کوئی مضائقہ نہیں۔ وہ پتی صواب پر دی سے ہو جائے قانون بنالیں۔ جس شکر کو چاہے لائقِ العام یا قابض سزا غیر ادیں۔ کوئی نادیدہ طاقت ان کے نیضوں میں دخل نہیں دے سکتی۔

اس میں فرق کی موجودگی میں پیشوورہ دینا درست ہو گا کہ مسلمانوں کو بھی شیک اسی طرز کی حکومتیں قائم کرنی چاہیں جیسی غیر مسلم کرنے ہیں اور غوب دنایوں کے اتحادی اصنافی معیاروں کو اپنا لے جائے جیسیں دوسرے کیا پتا نہ ہے۔

رئی نقطہ نظر

خاص و یقین نقطہ نظر سے دیکھئے۔ ہم تو کی شان قوانین میں

میں بالکل وہی لطف آگیا جو ابھی وزیر دخلراللہ بہادر شاہزادی کی ان گلی اقتضائیوں میں آیا تھا جن کا صدور ان کی زبان سے پارہیزت میں ہوا ہے۔ انھوں نے بھی علم و عدل اور حلم و دیانت کے تمام مقاصدوں کو بالائے طاق رکھ کر جماعتِ اسلامی اور مسلم بینگ کے خلاف اپنے الفاظ اور شادی کئے تھے جن سے غارت و عادا کا لادا اہلنا نظر آتا ہے اور مدیر بریان سے بھی ایک بہت بڑے سٹک کے گوناگون ہمہ دوں کو نظر انداز کر کے صرف چند ہمہ دوں کو بڑے سرسری اندازوں دیکھتے ہوئے ایسی شعلہ فتنی کی ہے جو غیظ و اشتعال سے بھر لیو رہے۔

ہم خوب چانتے ہیں کہ دنیا اس وقت جس ماحول و ختنا میں سافس لے رہی ہے اس میں اسی نوع کی باتیں دادو چھین کی سخت ہیں جیسی مدیر بریان کے قلم سے نشر ہوئی ہیں اور بخش انہی سے دے کرے گا اسے ابناۓ (ماز کی ترجمی) نظریں برداشت کرنے کے لئے تیار ہتھا چاہئے۔ لیکن حق اور ناخیں کو انس سے سچلانے کی کوشش اگر آخرت میں کسی انعام کی کوئی دلائل کی نظریں تو اس توقع کے تحت ہم انتشار الشراگی خوارے میں مدیر بریان کے نقش شاید تیر بھی کچھ عرض کریں اے بڑی زندگی اور عالمیت نے ساختہ ریا۔

دمۃ التوفیق الاجماعی، و هوامستغان

پچھوں اور کم قابلیت کے بڑوں کے لئے تمین کتابوں کا روح نواز سرٹ

ان میں سے ہر کتاب عام فہم بھی ہے اور انسان بھی مفہیوں عام ہونے کے باعث کئی امیریتیں چھپے چکے ہیں۔	رسول عربی	ایک روپیہ بارہ منچھیے	
خلافت داشدہ حصہ اول	ایک روپیہ	خلافت داشدہ حصہ دوم	ایک روپیہ
تمینوں کی جمروںی قیمت تمین روپیے			

مکتبہ تخلی دبوبند

ملک میں اسلامی نظام کی بسم الشدیکے بھی آثار ہوں پائے جائے مگر لفڑیوں کی ہے، انصب العین کی ہے۔ تباہ کی ہے۔ ایسے ادالیتی سے اتفاق کرنا بہت مشکل ہے جو ہر تر غیب دینا ہو کر مول شرافت، انسانیت اور دینگا و صاف مالیکے اعتبار کے اسلامی نظام کو غیر اسلامی نظر اموں سے قائم و بر تمانے کا عقیدہ دہن سے جھٹک دا اور بھین کر کو کر قرآن نے سیاست اجتماعی دائرہ میں مسلمان حکمرانوں کے جس کردار کو پسندیدہ و مطلوب قرار دیا ہے وہ ترقی یا فتح تصور عدل کے اعتبار سے پس ماندہ و مکریہ اور زیادہ عادلانہ و ہمی کردار ہے جو سیکوریزم نے اپنے علمبرداروں کے لئے تحریر کیا ہے۔

بات طویل ہو گئی۔ ڈرے کے کام طول میں ہم ادب اخراج کے تلقین پرے ذکر کے ہوں اسے ہماری ناچاری تصور کیجئے قلبی طور پر اب بھی ہم ہولا ناکبر اپادی کے نیاز مندوں ہی میں خود کو شامل کیجئے ہیں۔ یہ بھلہ بجا ہے کہ الجزاں کی جس اندرونی صورت حال پر انھوں نے اشارہ کیا ہے اس کے ہوتے ہوئے نظام اسلامی کی باتیں کرنا خوش بھی کے دائرے کی چیز ہے لیکن زبان اس نے کھوئی پڑی کہ عالم چاہیے پرے ہوئے عالم میں لادینی سیاست و تہذیب کا سلطنت ہو جائے اور اسلامی قدری خواہ اس درجہ مخلوب ہو جائیں کہ اسلامی نظام کے پریا ہونے کا سوالہ ہی پیدا ہوتا ہو مگر عقیدہ و فکر کی سطح پر ہم چرکھتی اسی عقیدے کو حق تصور کریں گے کہ کاشد کا نازل فرمودہ مت نون ہر قاتلوں سے بر ترا در عادلانہ ہے۔ اور اسے لادینی حکومتوں کے فکر و عمل کا نالج نہیں بتایا جا سکتا۔

تَبَّأْنَا لَا مُرْبُعٌ قَلْوَبُنَا بَعْدَ إِلَّا هَدَى يَسْنَنَا

پس توشت

مندرجہ بالا محروفات کتابت کے مرحلہ سے گزر چکی تھیں کہ جون کا بہمن چھپ کر آگیا اس میں بھی "نظرات" اسی موضوع پر ہیں اور ان کا لائب و پھر کچھ ایسا ہے کہ بعض ارشادات

ستقل عنوان

تفہیم الحیث

پڑوسنی کے حقوق

۳۰

ہمسایوں کے حقوق پر تین طبقیں صرف ہو جکی ہیں، یہیں یہ موضوع اپنی دلائی اہمیت و ضرورت کے اقبال سے زیادہ توجہ کا حق ہے اس لئے اس بار بھی اسی موضوع کو باقی رکھا گیا ہے۔

ضرورتمند ہمسایوں کیلئے سالن میں ضافہ کرو

حضرت ابو ذئفقاریؓ جو بڑے پائے کے صحابی گذرا ہیں فراتے ہیں، اور صافی خلیل صلح اللہ علیہ وسلم بتلوث۔ (۱) اسماعیل الطیم دلوبعد مجدد الاطراف (۲) و اذا صنت مرقة فالمتر ما عهاتما نظر اهل بیت من حیرانات فاصبهم منه بمعرفت (۳) وصل الصلاۃ لوقتها فان وجدت الامر قد صلی ققد احرزت صلوتک والآن فمی فائلة راجحہ مسلم و النسائی والترمذی و ابن ماجہ و ابن خزیمہ و ابو عوانۃ و ابن حبان واحمد و البخاری فی الادب المفرد

ترجمہ:-

سرے دوست رسول اللہ صلحی اللہ علیہ وسلم نے تین باتوں کی وصیت فرمائی ایک یہ کفر ان برداری کرنے والی جامیں وہ تکش اور کنکٹ افلام ہی کہوں نہ ہر۔ دوسرے یہ کہ جب شور بر تیار کروں تو اس میں باتی زیادہ کروں پھر ٹوپیوں کے گھروں والوں پر نظر ڈالوں اور شور بر میں سے کچھ حصہ اپنیں معروف طریقہ پر بینجاوں نیپرسے پر کھیک دلت پر نماز ادا کروں۔ پھر اگر تم دیکھو کہ نماز بآجاعت ہو رہی ہے تو اتم اپنی نماز پر فاقم رہو جا۔ پھر کب آجاعت ہو جاؤ تو جو نماز نافذ ہو جائے گی۔

نے کتاب السیاست کے ذیل میں بیان کیا ہے اور ابو عوانۃ نے کتاب الادمامۃ کے تحت۔

”سمح و طاعت“ کہتے ہیں ملکہ کرد و تباہل فران برداری کرنے کو۔ اللہ کے رسول نے بارہا ایک فرمائی ہے کہ تم پرشیت ایزدی سے جو بھی امیر و حاکم سلطنت پہ جائے اس کی فران برداری

تفہیم:-
یہ حدیث تین مختلف النوع بڑا یات پر مشتمل ہے اس لئے مختلف ہزوں کے تحت بیان پڑ سکتی ہے۔ چانپو مسلم نے پہلی بڑا یات کے تعلق سے اسے کتاب الامارة میں لیا ہے اور دوسری کے تعلق سے کتاب البریں۔ ابن ماجہ اور ابن خزیمہ

پھوٹ کر تھی بھی اتنا تو ضرور کرو کہ جو جاندی تم اپنے لئے کو اپنے ہے جو
اسی میں پانی بڑھا دتا کہ شور بڑا نہ ہو جائے اور جو چلے اتنے
مغلس ہیں کہ انھیں جموں شور بڑا نہ صریب نہیں انھیں سالن ہاتھ
آجائے۔

اس سے علوم ہوں جو لوگوں کو اللہ نے مالی گنجائش دی
ہے ان پر یہ بھی لازم ہے کہ ان کے جو پڑھ سی خفڑے ملکیں ہوں
ان کے لئے اپنے شایان شان کھانا تیار کرائیں۔ یہ کافی نہیں ہے
کہ وہ خود اعلیٰ درجے کی فداش کھائیں اور حجاج ہمساں کے
لئے شور بند کی جاندی ہیں پانی کا اضافہ کرنے میں۔ ابو رفیعی
دو بیش قسم کے صحابیین سے تھے لہذا ضرور تند ہمساں کی فائدہ
کشی دو رکنے کا ان کے پاس اس کے سوا کوئی راستہ نہ تھا کہ
اپنے لئے جو جاندی پک رہی ہو اسی میں پانی کا اضافہ ذکر کے مقدار
بٹھائیں۔ پس خصوصی سے اسی کے مطابق تقبیں فرماتی۔ اس تلقین
سے ہمساں کے اس حق کا اثبات ہوتا ہے کہ ان کی ضرور تو نہیں
کام آئنے کے لئے ہمارا دولت مند ہونا ہی ضروری نہیں۔ ہماری
جو حیثیت بھی ہے اسی کے مطابق احانت و غواہی ہمارے
اخلاقی فرائض میں شامل ہے۔

فاصیت حتمہ بمعروف کا مفہوم بعض علماء صرف اتنا
ہی بیان کرتے ہیں کہ شور پر طوسیوں کو پہنچا دیا جائے۔ لیکن ہماری
نظریں معروف کا لفظ ہیں اس پر ایت کا حال ہے کہ شور بہ
پہنچانے کا انداز ایسا نہ ہو جو ہمساں کی خود رائی اور غیرت
کے لئے لستہ بن جائے۔ معروف کی اصطلاح قرآن میں بھی تند
ہار استعمال ہوتی ہے۔ اس کا مطلب وہ طریقہ کا رہوتا ہے جو مادر
میں مردج بھی ہو اور جنین اخلاق کے بھی مطابق ہو۔ گوایا نہ کوئی
بھی اسے پسند کرتے ہوں اور اللہ کے تند یہ کہ بھی اسیں برائی نہ ہو
تباہ واضح ہو کہ طوسیوں کی اعداد میں ایسے ہر طرف سے اعتناب
کرنا چاہئے جو ان کی تغیری پر مشتمل ہو جائیں کی عربت نفس پر ضرب
لگاتا ہو۔

جن اخلاق کی تیاد ہی یہ ہے کہ آدمی دو صور کی عربت
کرے۔ استکباریں مبتلا نہ ہو۔ برتری جنم جنم کراہیت نہ پہنچائے
اکڑا اور حوتت میں گرفتار نہ ہو۔ یقین رکھتا ہو کہ حسن ملک اور

کروچا ہے وہ اپنی تھیمت اپنے حسب و نسب اور اپنی عادات
اطوار کے لحاظ سے ٹھیک ہی درجے کا مکمل نہ ہو۔ ”ناک کاں کشا
فلام“ ایک نظر و تمثیل ہے جس سے مراد یہی بتائی ہے کہ فرمادی
صرف ان ہی حکام کی ضروری نہیں جو شاذ اور حیثت کے
مالک ہوں، عالی شب ہوں وغیرہ لام۔ حالات الگ کسی الیہ
حاکم کو بھی مندرجہ حکومت پر ملکی کردیں گے جو صورت کے اعتبار سے
کہ یہاں انتظار اور زرب کے اعتبار سے مکر ہوتا ہے بھی اس کیخلاف
سازشیں اور بغاوتوں نہیں بھیلانی چاہئیں۔ قانون شکنی نہیں
کرنی چاہئے۔

یہ بات اسلام میں ایک غیر مبدل طبقے کی جیشیت کی تھی
ہے کہ فرمادی اسی صرف جائز امور میں سے۔ حرام امور و
احکام میں کسی کی بھی اطاعت اللہ نے جائز نہیں رکھی ہے۔
لہذا جہاں کہیں بھی حضور نے سچ و طاعت کا حکم دیا ہے چاہے
وہاں کوئی استثناء نہ کیا ہو لیکن یہ طبقے ہے کہ اللہ کی نافرمانی
میں مخلوق کی اطاعت ملال نہیں ہے۔

اگر غلط صور کے حاکم ہم پر مسلط ہو جائیں تو ان سے جان
چھڑانے اور اسلامی معیار کی حکومت قائم کرنے کی جدوجہب
سکتے ہے اسلام کیا ہر یادیات دیتا ہے یہ بحث طویل ہے اور یہاں
اس وقت کے موضوع سے خارج۔ ہمارا تو میں اتنا ہی کہا جا
سکتا ہے کہ حاکموں کے مقابلے میں اسلام کو سرشی روشنہ روائی
اور بغاوت و معاشر کے فتنہ پر درانہ جو بے پتہ نہیں ہیں کوئی
ان سے ملک اور سماج کو قلع کم اور نقصان زیادہ پہنچا ہے۔
وہ خراب حکومتوں کو بدل کر اپنی حکومت لائے کی کوششوں
کا بہت خاص معیار وہ نوع معین کرتا ہے اور جو ارسع یعنی
طریقوں کی تعلیم دیتا ہے جو قدرت دشمن اور خوبی و خانہ جنگی
کی آفتوں سے پاک ہو۔

دوسری وصیت میں ”جو ہمارے موضع سے متعلق ہے
اللہ کے رسول نے شور بند یاد کر کیجیے یادیات کی بھی تھیں میں اذار
ہے۔ مشاہد ہے کہ اگر تھاری مالی حالت اس کی متحمل نہ ہو کہ
ضرورت مند ہمساں کا پیریٹ بھرنے کے لئے مستقل کھاتے

پچھنمازیں اس سے خارج ہیں۔ شوافع کہتے ہیں کہ پاچھوں کے لئے ہے۔ لیکن احادیث صرف نظر اور عشا، کو خاص کر کے پہنچاتی ہیں کے لئے درست نہیں بھتھتے۔

ایک اور لطف اختلاف اس میں بھی ہے کہ یہ جو کچھ ایک وہ نماز نفل ہو جاتے گی تو وہ سے مراد کوئی نماز ہے۔ آیا وہ جو پہلے تھا پڑھ چکا ہے پا وہ جو دوبارہ جماعت کے ساتھ پڑھ گی ہے۔ حدیث کے متین میں دونوں ہی کے لئے لکھا شش موجود ہے۔ تفصیل کا اس باب میں موقع نہیں۔ اطمینان عجش راستہ ہے کہ اگر شرک جماعت ہو ہی رہا ہے تو نیت نہ فرض کی کرے۔ نفل کی۔ بس اتنی ہی نیت کافی ہے کہ شرکت کرتا ہوں میں شش نماز نظر یا نماز عصر میں ماب چاہے اللہ تعالیٰ اس باجماعت ادا کی کو نفل کے درجے میں قبول فرمائے یا تھا ادا کی ہوئی کو نفل قرار دے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

یہ سلسلہ بھی مختلف نیت ہے کہ اگر کوئی شخص گھر میں یا کسی ایسے مقام پر جو باجماعت مسجد نہ ہو جماعت سے نماز ادا کر لے پھر وہ دیکھ کر مسجد میں جماعت ہو رہی ہے تو کیا اسے بھی اسی طرح شرک جماعت ہو جانا چاہیے جس طرح تھا ادا کر لئے دالے کے لئے اجازت تھی؟

اس کی تفصیلی بحث ابوالصلوٰۃ میں ہو سکتی ہے۔ یہاں تو اتنا ہی بتا دیا کافی ہو گا کہ تو یہ اور راجح دلائی کی رو سے اس شخص کو جماعت میں شرک نہیں ہونا چاہیے۔ واللہ

خوش اخلاقی کسی پر احسان نہیں ہے بلکہ اس کا انسانی فرقیہ ہے اور جو پرسہ دہ کسی ضرورت مند کو دیے رہا ہے وہ اللہ کی عطا ہے جبکہ ضرورتمند تک پہنچانے کے لئے اللہ نے اسے صرف ذریعہ دیا ہے اور جو سلوک وہ اس داد و دہش کی شکل میں ضرورتمندوں کے ساتھ کر رہا ہے اس سے کہیں بڑھ کر احسان اللہ نے خود اس پر کیا ہے کہ داد و دہش کی توفیق بخشنی۔ توفیق نسلے تو بد لصیب آدمی میں دریا کے کنارے پیاس کی شدت سے دم توڑ سکتا ہے۔ توفیق ہی سے محو حی کا کام کر شتمہ ہے کہ بعض میرسلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور اسلام کی برتری کے بہلا معرفت ہیں لیکن ہیں وہی کافر کے کافر۔

ماں یہ کہ توفیق اللہ ہی کے لامہ ہیں ہے۔ اللہ کے غریب بندوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے ہیں اکٹھو نہیں احسان منت جاتا بلکہ اللہ کے آگے فرط اٹھ کر سے چکھ جاؤ کہ اس نے حسین بھلانی کی توفیق بخشنی۔ ہر بھلانی کی طرف سے ہے اور ہر بھرانی کا سہرا خود بندے کے سر ہے۔

حدیث میں تبری و صیست نماز کے باقی میں ہے۔ دور ر سال میں نہ تقدیم قدم پر مسجدیں تھیں۔ دشیک شک و قوت بتانے کے لئے گھروں کا وجہ دھنا۔ ایسا بارہا ہوتا تھا کہ ایک شخص نے اندازہ لیا کہ نماز کا وقت ہو گیا۔ ضروری نہیں کہ وہ صحیح نبوی یا کسی اور مسجد کے اس پاس ہی رہتا ہو۔ نماز باجماعت کا ذریعہ انتظام نہیا کہ اس نے تھا ایسی نماز ادا کر لی۔ اب اس کے بعد وہ گھر سے نکلتا ہے تو کسی جیگہ نماز باجماعت منعقد رکھتا ہے۔ ایسی صورت میں وہ کیا کرے۔ آیا شرک جماعت ہو جاتے یا جو نمازوں تھیں ادا کر چکا ہے اسی پر قناعت کر لے۔

اس کا جواب حدیث دیتی ہے کہ اس کے لئے دنوں چوتھیں جائز ہیں۔ جائز ہے شرک کب ہو جائے جا ہے ذہر۔ تیکن بعض اور احادیث اور اصول و کلیات کے تحت ائمہ و فقیہار میں اس بارے میں اختلاف واقع ہوا ہے کہ کیا یہ دوبارہ پڑھ لینے کی اجازت پاچھوں میں سے ہر نماز کے لئے یا

دیہاتی معالج

حصہ اول۔ حفظ صوت کے اصول اور ۱۴۶ جڑی پیشوں اور چیزوں کی تشریع ۵۔ اسے زیادہ تصویروں کے ساتھ قیمت تین روپے

حصہ دوم۔ اتفاقی حاذرات اور ہمارے بیماریوں کا علاج ۶ سے زیادہ تصویروں کے ساتھ۔ قیمت ڈھانی روپے۔

مکتبہ جیسی کتابی دیوبند (لیو جل)

کیا ہم مسلمان ہیں؟

منار ہاتھا۔
خوف کشکش۔ مجزہ بیمارگی اور جاں گداز یا یوسی
کے عالم میں انہوں نے انسانی قدموں کی آہٹ سنبھلی اور
مُحْرَكٌ لفڑاٹھائی۔ رسول خدا اپنے دشمن جاں بیٹھنے شریف
لا رہے تھے۔ شامِ در کے اربے تھر تھر کا پہنچ لے۔ ان کو یقین
تھا کہ یہ آہٹ ان کی موت کی آہٹ ہے۔ زندگی اور موت
کا دریا ان فاعلیتیزی سے ختم ہوا چاہتے ہیں۔ ہوئکے فلاہی
ہاتھ کو اسی گردن کی طرف بڑھتا ہوا حسوس کر کے انہوں نے فرط
خوف نے آنکھیں بن کر لیں۔ دل کی بھر ٹکنی دھک دھک کرتی
ہوئی ملن میں بھیتی حسوس ہوئی۔ لیکن اسی لمحے انہیں کچھ ایسا
احساس بھی ہوا جیسے آئندے والے کی آہٹ میں استقام کی وہ مک
کے جگئے تو تم رو جذبات کا پورہ مکون آئنگا۔ جب آہٹ
ان کے نزدیک آکر دک گئی تو ان کے سراسیرہ کافوں نے ایک ایسی
انسانی آواز سُنی جس میں بھجوں کی سی فربی اور شہد کا سامنہ
چھلانا ہوا تھا۔ جس میں حلاوت اور درد کا ہترین امتزاج تھا۔
”شامہ! کوئی کیا ہوا؟“ اللہ کے رسول نے استفسار فرمایا۔

موت کے خوف سے لمبڑہ برادر امام قبوی نے اس آواز
میں دلسوzi کا رجڑا اور ایک شفیق درد کی کسک حسوس کر کے
جیسیت سے آنکھیں بھلوں دین۔ محمد عربی کی مقدس شکل میں اسلام
اپنے نکمل حسن و جمال کے ساتھ ان کے سامنے
 موجود تھا۔ انتقام کی بھروسہ طور پر طور کی توقع کرنے والے
دیکھا کر دڑا آنکھیں۔ اخلاق کے نور اور انسانیت کی لفڑا

مسجد بیویؒ کے متون سے جملہ ابہوا کا فرقہ بی ختنا ک
اضھرا بے عالم میں سینے پر اپنا سرڈھل کاٹے زندگی کی گھر میں
گئی رہا تھا۔ اپنے ہی دل کی دھڑکنیں اسے بہت کے قدموں کی
وخت ناک آہٹ میں تبدیل ہوئی حسوس ہو رہی تھیں۔
یہ شامہ تھے۔ جن کو یا مہم کے حکمی بھر کوں میں سماںوں نے
گرفتار کیا تھا وہ موصوف صرف کسی کے مركب تھے بلکہ مسلمانوں کی خلاف
صلح بغاوت کے بھی بھرم تھے اور رسول خدا کے شہر مقدسین میں
پا بوجوں لائے گئے تھے۔

شامِ اسلام کے کوئی معنوی دشن نہ تھے۔ وہ مسلمانوں کی
شریگین کاٹنے کے لئے میدان جگہ میں مشیر کھفت نکلے تھے۔
ان کے دل و دماغ میں اسلام کے خلاف نظرت وہی رحمی کی
زبرداسیان بھری ہوئی تھیں۔ ان کے ہاتھ مسلمانوں کے خون
سے زنجین تھے۔ ان کا وجہ انتقام کی مکروہ خشونت منڈھا
ہوا تھا۔ لیکن اب جب کہ ان کی طاقت ملب ہو چکی تھی وہ
حسوس کر رہے تھا کہ جن لوگوں نے انہیں قید کیا ہے اور کی
نظر میں ان کا وجہ دسینہ لگتی پر ایک سیاہ داغ ہے جس کو مٹانے
کے لئے ایک اشارے پر سیکڑوں ہاتھ حرکت میں آسکتے ہیں۔
لیکن ان کو بجا نہ کئے لئے کسی دل میں کوئی گنجائش نہ ہوئی
چاہئے۔ مسلمانوں پر انہیں نے کبھی ترس نہیں لکھایا تھا۔ پھر
مسلمان اتنی کاری رخ خوردگی کے بعد ان پر کوئی ترس
کھانے لگے! یہ سوچ کر مضبوط بہن دشمنوں میں جملہ ابہ استاد
پا ”کافر“ اسلام کی جنگی مددالت میں ہر لمحہ اپنی جان کی خیر

کس طرح بھول سکتا ہے اخون کے پیاس سے دشمن پر اس سے زیادہ احسان کیسے کیا جا سکتا ہے آخر ۹

دوسرے دن کا سورج نکلا تو شامِ اسی امید و ہبسم کی اُدھیر ہوئیں لم تھے۔ آج پھر خدا کے رسولؐ اپنے جانی دشمن کے پا قتل شریف نہ لائے۔ تمام تھے دیکھا کہ محمد عربی مکی آنکھوں میں درد انسانیت کی جو ہوڑک کلی نظر آئی تھی آج بھی اپنی اسی شان سے موجود تھی۔ آج پھر اپنے جنم سے وہی سوال کیا اور پھر وہی جواب پا کر اسی خاموشی کے ساتھ وہ اپنے چلنے لگئے۔ شامِ پھر زندہ چھوڑ دیئے گئے تھے۔ انہوں نے ایک بار پھر اٹھیا تو میکن کا گھر اس انس بنا۔ لیکن حجم پر کسی پوئی بندشوں پر حضرت ناک نظرِ اہل کر سوچا کہ غالباً یہ احسان۔ آخری احسان ہے۔—گردن زدنی جنم کو زندگی کے دو دن بھی کہیں دیئے جا چکے تھے ایک مظلوم اپنے "ظالم" قیدی پر اس سے زیادہ دجم کر کے اپنے آپ کو خطرے میں کیوں ڈالنے لگا آخر؟

"لیکن یہ رحم کیوں کیا جا رہا ہے۔" کیسے کیا جا رہا ہے۔
کیسے کیا جا سکتا ہے؟ "شامِ پوچھتے رہ گئے" "میرے وجود میں مسلم دینی کی مکروہ ظلمت کے سوا اور ہے کیا اداہ کو فیکش ہے جو خدا عربی کو سراپا اور دنباکر بار بار میری طرف کھینچ رہی ہے۔" میرے جرم اکام کی سزا کا فیصلہ میرے خون سے لکھ دیا کتنا آسان حال تھا کہ لئے، لیکن دھ تو خدا اپنے خون جگر اور اشک آسودہ سوزوں سے میرے قلب و درود پر بجائے کوئی درد بھری حقیقت خبر نہ تھا چلا جا رہا ہے!—آخر کیوں؟—آخر کیسے ہو رہا ہے یہ سمجھو۔" اس احسان عظیم پر عقیدت کے جذبات دل کی گہرائیوں سے انشودتے اور جو راعم کے احساس اور خوف نہایت سستکاخ چنان سے ملکا کر دل کی گہرائیوں میں پلٹ جاتے۔ "مک کیا ہو گا؟" دہ انتہائی کوئی کے عالم میں یہ فیصلہ کن بات سمجھ رہے تھے۔ ان کو رہ رہ کر اپنی بدر حماڑی زیاد تجوں کا خالی آتا اور با پوسی کے منوں بوجھ تسلی وہ جیسیں امید پستی ملی جاتی جس کی جان رواز جنکل اکیونگی میں پہلی بار محمد عربی مکی روشن آنکھوں میں نظر آئی تھی۔

آخر اس آس اور یا اس کے ہنگامہ مدر آخوش مرحلہ کا تیسرا دن آیا۔ آج شامِ اس کا ذہنی اختراوب اپنے نقطہ عرض پر

سے بہتر نہ دا آنکھیں بان کے پھرے پر درود لگا تو کے ساتھ مر کو زہی! فقرت کی جو ایسی دھنکار کے منتظر نہ تھا کہ ایک انسان اسکو در بھری آوانہ میں پکار دے گے! دشمن جانی پر ترس کھلتے کا یہ جان فواز انداز! اتفاقاً خوتت کے جو اسیں می خندہ پیشانی اے۔ خون آشامی کی سزا کے بھلے یہ دلتوشی کی بدھانی چوٹ! "شمار ابو کیا ہو؟" کے درد بھرے الفاظ شامر کے پورے وجود کی دستوں میں گوئے چلے گئے۔ جیسے ان الفاظ کے پردے میں مانتا سے بھی زیادہ جیسیں ترکوئی جذبہ کا راستہ ہوا۔ جیسے کوئی چاہئے والی روح شامِ اس کو ان تمام خود فریبیوں اور حماقوتوں کی عترتیک میا دلدار ہی بوجن میں اسلام کی دشمنی اور طاقت کی سرستی سے انکو عرصتک مبتلا رکھا تھا۔ جیسے کوئی انتہائی عدل گستاخ فخر جنم کو خود ہی اپنی سزا طے کرنے کی آزادی دے کر پوچھ رہا ہو کہ کیوں کیسا ایسے جنم کو کسی حال میں معاف کیا جاسکتا ہے؟

شامِ آخر انسان تھے تھرہیں تھے۔ اس غیر متوقع صورت حال نے ان کی پھر ملی اسلام دشمنی کو موم کی طرح پھکانا شروع کر دیا تھا وہ اتفاق کے جتوں سے چونک اسکے خوف، یاوسی، فقرت اور بیگانگی کے سارے جذبات خود خراست اور حیرت و عقیدت کے قدموں پر ڈھیر ہو گئے۔ فرط خوف سے ٹھہرے ہوئے جو شوں نے ایک نئی امید کی حرارت پا کر حركت کی اور ایک ہکلاتی ہوئی آوازیں شامِ آخر نے جواب دیا۔

"لئے حمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) جو کچھ ہوا بہت اچھا ہوا۔ اگر... تم مجھے قتل... کر دے تو... ایک جاندار کو... قتل... کر دے... اور اگر احسان کر کے چھوڑ دے تو... ایک احسان شناس پر احسان ہو گا...."

رسولؐ خدا نے یہ حاب مانا اور شامِ اس کو جوں کا تو نہ چھوڑ کر خاموشی سے داپس اشروع ہے۔ وہ قدی جو ہر لمحہ موت کو سر پر ملا لاتا ہو احسوس کر رہا تھا یہ دیکھ کر خوشی سے پے قابو ہو گیا کم سے کم زندگی کا ایک دن بھیک میں مل گیا۔ لیکن ان کو خوف تھا کہ اگلا دن ان کی موت ہا ایکت کا قیصی دن ہو گا۔ ان کی بھیجیں یہ بات کسی طرح نہ آتی تھی کہ سچ کافی لکھنے سننا کروہ گناہی پر ستایا ہو وہ ان کی خط کاریوں کو جھیش کیلئے

خوشی سے بیٹھا تو اس کا جسم آزاد تھا مگر قلب درجہ امیر پر جو پچھے
تھا۔ لوہے کی زنجروں نے صرف جسم کو قابوں کیا تھا، لیکن عین ذہن
درگذرا اور احسان و اخلاق نے روح کو با بخوبی کر دیا تھا۔
ایک دل کو خردی لیا تھا۔ ایک زندگی کو سخر کر دیا تھا۔ ایک
کشان شامہ بارگاہ و سالات میں پیش کر دیا تھا۔ ایک سپردگی کے بے پناہ
جنون میں یہ فلکلہ انگریز اعلان کیا۔

”خدکی قسم! آج سے پہلے آپ کی ذات، آپ کے
ذہب اور آپ کے شر سے زیادہ جھٹکتی تھی۔ شے سے قفتر نہ
تھی۔ لیکن اب آپ کی ذات، آپ کے دین اور آپ کے دیوار
سے زیادہ تجویب کوئی تھے نہیں۔ میں تو ابھی دیتا ہوں کہ آپ
بالکل سچے ہیں اور آپ کا پیغام ایک آخری صحائی ہے۔
مکل تک میں آپ کا دشمن ہوں، لیکن آج سے آپ کا غلام
ہوں۔“

یہ عہد نافر کیے شامہ اپنے دھن بیماریوں کے اور
جس اسلام کو مٹانے کی کوشش میں ان کی عمر گزرنی تھی اسکی
تلخی و اشاعت میں پرداز و امہمک ہو گئے۔ دنیا ہر جان
تھی کہ وہ آخر کس طرح اس حد تک پڑے کہ ان کو بھاٹاک دشا
ہو گیا! ابھی انسان جس کی عمر اسلام کو مٹانے کی دھن میں
گزری تھی اچانک اسلام کا ایسا شیدایی پہنچ گیا کہ اس کی
تلخی و اشاعت ہی اس کا واحد مقصود ہیات بن کر رہی گئی۔
ان کی زندگی کا یہ حیرت تاک انقلاب اس وقت اپنے نقطہ
عمر ج پر دھکائی دیا تھا جب میں کے افق سے سیلہ کیڈا اپ
کا پولناک فتنہ اٹھا اور بیمار کے طول و عرض میں ازداد
کی زبردی اندھیاں جل پڑیں۔

”بُرْت کا یہ دعیٰ چھوٹا ہے“ اس طوفان میا میں
شامہ کی آزادگی رہی تھی۔ ”لوگوں مجھ سے یہ چھوٹے سچے
پیغمبر کا کہدا کیسا ہوتا ہے۔ یہ کو اس جھوٹی روشنی سے حص
میں سیاری کے سورج چھوٹیں۔ اسلام کی حفاظت کی گھنیں
چھوٹی جنگ لڑتے والا سپاہی جب یہ دھکر مایوس ہو گیا تو
اس کی آزاد صداقت ہم اٹھات ہو رہی ہے تو اس نے وطن عربی
کو چھوڑ دیا۔ وہ ایک ایسی دنیا میں سالن لیتے کے لئے تباہ دھما

تھا۔ ان کے خالی ہی آج کا دن ان کی زندگی اور موت کا فصلہ
کن دن تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پھر قدی کے پتوں رفت
لائے تو تمام نئے بے قراری کے ساتھ آپ کی طرف بسی نظرتے
ویکھا جس میں التجا، الفعال اور حیثیت کا تاطم بر پا تھا۔ حضور
کے روئے مبارک یہ گھری سمجھی گئی تھی جس کو ایک پرسو مکار است
کی طبقی چاشنی نے دلنشی کی انتہا تو تک پہنچا دیا تھا۔ اس نے
شامہ سے دہی سوال پھر کیا۔ ڈرتے ڈرتے شامہ نے اپنی
الفاظ میں حباب دیا۔ ایک ساعت کے لئے دنوں ان
خاموش ہو گئے۔ ایک طرف وہ ”ظالم“ تھا جس کی طاقت سلب
ہو گئی تھی۔ دوسری طرف ایک ”مظلوم“ تھا جس کو خدا نے یہ قبیلہ
دیا تھا کہ ظالم سے اس کے ایک ایک تم کا بھرپور استقامے سکے
اس نے ”کافر“ کے دل میں اس خاموشی نے امید اور خوف
کے جذبات کی بھیل بسکر دی۔ لیکن غیر میرب کی خاموشی سے اچانک
استقامہ کی نظری خواہیں کی جگہ ایک ایسی عظیم جذباتی قربانی کا بور
پھوٹ نکلا جس کو صرف دہی شخص میں کر سکتا ہے جس نے اپنا تامن
وجو خدا کی خوشی اور نوع انسانی کی خیرانی تھی میں کم کر کے رکھ دیا
ہو۔ شبک اس وقت جب ”حجم“ یہ سوچ رہا تھا کہ اس کا ستر تن
سے جد اکیا جائیں ہی دل اس سے خدا کے رسول کے ہاتھوں کو جیس
ہوئی اور شامہ کی بذریعوں کو گھولتے ہوئے اعلان کیا۔

”جاو شامہ! تم آزاد ہو!“

یہ جند الفاظ ”حجم“ کے وجود میں زلزلہ میں کریمہت ہو گئے
معان کرو اور بھول جاؤ کی اس عظیم مثال نے دھن کو حیرت و
عیندیت سے گلگ کی کے رکھ دیا۔ جرام سے جسم و شی کے اصل بوجہ
حند کو دیکھ کر خطا کار کا تھیر جاگ اٹھا اور احسان گناہ کے بے پناہ
تڑپ اس کے ہر رنگ دریستے اٹھی اور اس کے پھر جیسے دل
کو آٹاں پاپی پانی کر گئی۔ لفڑ، سنگدی اور دھشت دبربرت
کی جوانی زندگی نے اس احسان عظیم کے قدموں پر سروکرم توڑ
دیا۔ لیکن اس وقت جب کہ شامہ کا پورا اور دلکش جذبہ شکر میں
ڈھل گیا تھا ان کی زبان بکسر خاموش تھی۔ الفاظ جذبات کے
آنکے ہوش پڑتے تھے۔ شامہ اسی کیفیت میں اٹھا اور مسجد
نبویؐ سے باہر نکل گئے، لیکن تھوڑی دیر کے بعد ”حجم“ خود اپنی

ماہنامہ ترجمان القرآن دین کو اپنی خواہشات کے لئے جعل کے
لئے کہتے ہیں۔ محمد رسول اللہ صرف رسالت نبیر صرف پیغام رسان تھے۔ صرف ایک نک ادمی تھے۔ صرف ایک فقی رہنمائی تھے۔

مگر۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کہتے ہیں۔ وہ رسول تھے، حاکم تھے، قاضی تھے، شارع تھے۔ اور ان کی پیر مجتبیت ابدی ہیں۔ ہمارا کل طرح اُنہیں۔

یہ حد پڑپ۔ بلند پایہ۔ حروف آخر قسم کا ضخیم نمبر آپ آج پھر ہم سے طلب کر سکتے ہیں۔ قیمت رائٹھیں لائیں۔ **نصرۃ الحدیث** [فتنت] انکار حدیث کے رد میں ایک عزت الدار کامل روشن۔ زبان عام قلم سکفتہ مگر مطالب تہارت فتح و سخرا۔ مولا تا احییل لحل الظلمی کی بیت قبول تصنیف پہلے ہاتھوں ہاتھی گئی تھی۔ اب پھر مقدمہ جدیدہ کے اضافے کے ساتھ شائع ہو گئی ہے۔ قیمت دھانی روپے۔

اسلام ایک نظر میں [اسلام کے تمام اصول و کیلیات کی نفیں نہیں وندیر۔ عقائد کی شیکھی] چیکھوں کی نشاندہی۔ ایمان کی حقیقت۔ یہ اکیل کتاب دینی لشکر کی ایک پوری لاہبری کا پیغام ہے۔ قیمت با وجود کافی ضخامت کے ڈھانی روپے۔

عورت — اسلامی معاشرے میں سائنس، فلسفہ، تمدن اور دین و اخلاقی۔ ہر کو اپنے ساتھ معاشرے عورت کا صحیح مقام معاشرے میں کیا ہے؟ اس طولانی میں سوال کا تشفی بخش جواب اور بزرگ کے پھیلائے ہوئے گواہ کن تصورات کی تردید۔ پرانے پانچ سو صفحات۔ قیمت چار روپے۔

خلق مسلم [حضرت امام غزالیؒ کی نفیذ ترین عربی تالیف کا اردو ترجمہ۔ اسلام کے پسند فرمودہ اخلاقی آداب ایضاً اطهوار کی ایمان اور فتنہ میں کرتی ہے۔ قیمت پانچ روپے۔ مکتبہ بھٹکی (لیوبنڈ) (بو۔ بی۔)

جن کی فضاؤ میں اسلام دشمن فتنے کا نہ سر سایا ہوا ہے۔ دشمن کی عذریز دمیں کوچھ ڈر کر دہ سلاںوں کے ان جنگی دستوں سے جا طا جو اس فتنے کا مقابلہ کرنے پھر ہے تھے؛ اسلام کی راہ میں اس نسل اپنا سب کچھ دا اور لگادیا چھا اور آخوندیلہ کتاب کے لئے حملتی کے ہاتھوں شہادت حق کا کاری زخم کھا کر ہمارے چھوٹے والی روح نے اپنے خدا کے لئے ساری دنیا چھوڑ دی۔

لیکے تھے وہ لوگ جو احسان خناس تھے۔ جن کی جان کو اس وقت تک قرار نہ آتا تھا جب تک رسول اللہ کے احباب کے ہاتھ میں جان ہی قرآن کر کے رکھا دیں، لیکن کیسے ناشکرے ہیں ہم لوگ جو اپنے اس محنت کو بھول گئے جس نے ہمارے درد میں زندگی کے ۴۳ سال کی حصیں جیلی تھیں۔ جن ہی نے ہماری ابدی بخات و فلاح کے علم میں اپنی پوری زندگی ھٹھلا دی کیا اسکے لئے ہمارے وجود میں خون چیات کا ایک قطرہ اور اشکِ افعان کی ایک حیر بوندھی نہیں۔ پھر کتنی آنکھیں ہیں جو اپنی اس تھی دلماں اور سے حسی پر آنسوؤں سے بھیگ جاتی ہیں۔ لکھنے دل ہیں جو پیش کی گہرائیوں میں اس ھمورت حال پر تڑپ اٹھتے ہیں۔ لکھنے کا ہر ہمیں جو خدا کے آگے اس دعا کی ہو کہ میں دراز چھٹے ہوں کہ "لئے ہمارے پروردگار! ہمیں اس روحاںی بوت سے بخات عطا فرا۔ ہمیں توفیق دے کہ اسلام کی قیمت ادا کرنے کے لئے ہمارا ناکارہ وجود ایک جذبہ یافت میں داخل جائے۔" جہاں بے حسی کے ساتھ یہ احساس بے حسی بھی نہ ہو دیاں "ہم مسلمان ہیں" کا دعویٰ آخر کیا معنی رکھتا ہے؟... جی اس ہم مسلمان ہیں۔ سلیم و انبیاء کی ہر ادا سے عاری اور پھر بھی مسلمان!

رکعت تراویح [ہر سال یہ آذانہ آپ بھی سنتے ہوں گے] تسلیمان پڑھتے ہیں خارج از سنت ہیں رکعتیں جو عالم طور پر ہیں۔ اس آواز سے کی پوست کندہ حقیقت اور میں رکعتات کی عالمانہ تائید اس مدلل کتابیں ملا حظہ نہ رہیں۔ قیمت سوا روپیہ

تجھی کی طاکت

بے شک حديث میں آیا ہے، لیکن اخلاق رذیلہ کا ناقابل تغیر
ہونا ہرگز حدوث میں نہیں آیا۔ اخلاق رذیلہ والا فقر و نبیت
اپنی طرف سے چھڑ دیا ہے۔

کیا مشکل ہے کہ جیلتیں اٹلیں ہیں وہ بدلانہیں کرتیں لیکن
جلدت کا اطلاق صرف ان فطری تقاضوں پر ہوتا ہے جو انسان
یا جوان کے اندر سے خود بخود بھرتے ہیں اور بیرونی محکومات
ما جوں اور خارجی مژوں کے درجہ و مرد کامدار نہیں
ہو رکھتا۔ مثلاً بھوک، پیاس، مشہوت، نیند وغیرہ۔ بھوک
ڈنکس مارتا ہے۔ تی چوہا پکڑتی ہے یہ جیلت ہے جس میں
تسدیقی مکمل نہیں۔ یہ تو ہو سکتے ہے کہ مصنوعی طور پر ان میں
سے کسی جیلت کو بادا جائے۔ اس طرح کے موانع پردا
کر دیتے جائیں جو اس جیلت کو کار فراہ ہونے سے روکدیں
لیکن اس سے جیلت کی تبدیلی ہرگز نہیں کہیں گے۔ یہاں یہی
ہو گا جیسے آپ زمین کی گھرائی میں پڑتے ہوئے تھم رخچر
رکھ کر اسے بار آؤ ہونے سے روکدیں۔ نظر ہر ہے وہ وقت
تو نہیں ہے جو لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کی جیلت
تبديل ہو گئی۔

اخلاق فاضلہ اور اخلاق رذیلہ دونوں اپنے
منظار کے اعتبار سے خالصہ کبھی چیز ہے۔ آپ مدھان
سے تو اپنے کے مقاصیڈ آئیں یا کچھ خلقی بہیں، ہمارے سے
حسن سلوک اختیار فرمائیں یا نزاٹ روادھیں، آذان شنکر
مسجد کی طرف دوڑئے جائیں یا عین نماز کے وقت شراب
پیں یا سب اختیاری اعمال ہیں ان میں سے کسی پر بھی جیلت

جلدت بھی نہیں بدلتی

سوال:- از عبدالباری - رحیم آباد، پاکستان۔
(مسئلہ کے تین سوالوں کی جواب لگادشتہ دو شمارہ میں
میں دیئے جا چکے ہیں)

چوتھا سوال یہ ہے کہ احادیث میں غالباً مشکوکہ میں ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ الگرتم یہ سخن کہ
ایک پہاڑا یعنی جلد سے ہٹ دیا تو تم اس خبر کی تصدیق نہ کرو
لیکن الگرتم سخن کو ایک آدمی نے اپنی جیلت تبدیل کر دی اور
اخلاق رذیلہ چھوڑ دیئے تو تم مت ناولت یہ حدیث کا فہروم
ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ حدیث سخت کے بعد جب کہ اس کا
لیکا ہوا فصل اٹلی ہے اخلاق حسن کی تبلیغ رائیگان نہیں جائیں
جب کہ اس میں تبدیلی مکمل نہیں۔ حالانکہ اس کے بر عکس یہ
ہوتے کہ داروں قفار والے لوگ بہت بُرے اخلاق اور ناشائستہ
کرو اور چھوڑ کر خدا کے نیک بندے ہو گئے ہیں۔ حالانکہ حدیث
کا فصلہ پر نہیں بلکہ اس کے بر عکس ہے۔

الجواب:-

آپ ایک پڑھ لکھ آدمی ہیں آپ کے لئے دشوار نہ تھا
کہ جس حدیث کے باسے میں آپ کو الجھن میں آبرہی ہے اسے
حدیث کی کمی کتاب میں تلاش کر کے خود ہی اپنی الجھن دُور
کرنے کی ہی کرتے۔ لیکن افسوس آپے یہ زحمت گوارا ہیز
کی اور صرف سنی سُنای پر سوال قائم کر دیا۔

خوب لمحے کے جیلت کے ناقابل تغیر ہونے کا ذکر

کو اخیری لایعنی ساسوال آئی کے دامن میں پیدا کیوں ہوا۔ تو ہمارا ہمیں نکردا ہے کہ جس طرح ہر زمانے میں علماء و فقہاء اور ادیساء و شاگرخ کے خلاف شیطان و سوسر انداز یوں بھی چلتا رہا ہے اسی طرح مولانا مودودی کے خلاف بھی اسکی سرگرمیاں بر ابر جاری ہیں۔ شیطان کا نوں پرستینگ لٹا کر یقین فس بہت نہیں آیا کرتا۔ وہ اپنے چیلے چالوں سے کام لیتا ہے اور یہ چیلے گائے پس اوقات آدم ہی کی اولاد ہوتے ہیں۔ آپ دیکھ سہی ہیں کہ مولانا مودودی یہ وقتاً تو قضا چاروں ہی طرف سے اعتراض کر رہا تھا کیونکہ بھی جی ان سے خفا بائی محروم ہے تو مولانا نے صاف کیوں یہ نہیں کہا کہ ہاں بخاری، مسلم، البداور وغیرہ موجود ہیں گوں مولیٰ جواب کیوں دیا، حالانکہ وہ سب سوالات کے جوابات نہایت سلسی بخش ہیں۔

کاظملی موسکتا۔

ہم نہیں جانتے کہ اس تصریح کے بعد حدیث ذکر ہی کسی کے لئے کیا بھن باقی رہ سکتی ہے۔

بے تباہ اعترافات

سوال ۱:- (ایضاً)

پاپوں کو سوال یہ ہے کہ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب سے سنت کے بائیں متعدد سوالات کئے گئے ہیں مجمل اسی سے ایک یہ ہے کہ کیا سنت کا کوئی مجموعہ کتابی تکلیف موجد ہے تو مولانا نے صاف کیوں یہ نہیں کہا کہ ہاں بخاری، مسلم، البداور وغیرہ موجود ہیں گوں مولیٰ جواب کیوں دیا، حالانکہ وہ سب سوالات کے جوابات نہایت سلسی بخش ہیں۔

(جواب):-

اس صورت حال کی وجہ سوائے اس کے کیا ہے کہ شیطان نے ہرگز وہ کوہ اطمینان دلادیا ہے کہ اصول سے لیکر فرض تک اور کیا اس سے لیکر جھوٹ سے جھوٹی جزئی تک جو کچھ اسکے پاس پہنچ دی سر اپاڑتے ہے اور اس کے خلاف جو کوئی نیاز ٹھوکتے وہ حق کا دھن اور قابلِ مذمت ہے۔ اب مولانا مودودی اگر گروہ یہی نہیں ہے۔ بالآخر پوچھ کر فالہتہ قرآن اور سنت کی روشنی میں ہرگز وہ کے عقائد و مذاکر پر تقدیر کرتے ہیں تو ظاہر ہے کہ لفظی بھی اگر وہ کے حق میں سوفی صدی تھیں و تائید پر مشتمل نہیں ہو سکتا۔ جب ہرگز وہ کے تصورات و انکار میں غلط اجزاً اور عنصر کا اختلاط ہو گیا ہے تو وہ قرآن و سنت کیوں کر اس کی کامل تصویر کر سکتے ہیں جو حق کے ساکنی نہیں کو قبول ہی نہیں کرتے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ مولانا مودودی پر اعترافات جوتے رہنے کا مشتعل اختیار کرنے والوں کے چکر میں پڑ کر دین کے معاذ کو کفر اور شیطان کے باہم مفہوم طبعت پتے ہیجئے۔ بخاری وسلم وغیرہ احادیث صحیحہ کا جمود ہیں یہ امر واقعہ تھا امریت مسلم کے نزدیک ایسا امر واقعہ ہے کہ جس کا بیان کرنا اور نہ کرنا برا برہی ہے۔ مولانا مودودی نے الگ کسی موعدہ پر ان کا نام نہیں لیا اور لقول

آدمی اعتراف ہی پر اُتر آئے تو نہایت اطمینان سے قرآن پر بھی اس طرح کے اعترافات بلا کسی محنت کے کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں سورت میں حضرت عیسیٰ یا موسیٰ کا اور اقصہ کیوں بیان نہیں فرمایا۔ فلاں مقام پر عراج کی پوری تفصیل کیوں نہیں۔ فلاں آیت کے ساتھ وہ تعلق تفصیل کیوں بیان کر دی جو قرآن میں درس سے مقام پر بیان کی ہے۔

خدا جانتے گی کہ مولانا مودودی سے کیا سوالات کئے گئے تھے اور انہوں نے ان کیا جوابات دیئے تھے۔ ہم تو اتنا ہی جانتے ہیں کہ سنت کے بائیں میں ان کا موقف و مسلک اتنا ہی روش ہے جتنا اس کا حق ہے اور منکریں سنت کا رد کرتے ہوئے اپنے رسالے ترجمان القرآن کا جو منصب رسالت نہیں۔ انہوں نے میں فرمایا ہے تھا وہی ہر شخص مزاج کوی اطمینان دلانے کے لئے کافی ہے کہ سنت کے بارے میں علمی مرتبہ مسلم کا و عقیدہ و مسلک رہا ہے اسی عقیدے پر مولانا مودودی بھی پہاڑ کی طرح اُن میں اور اس کے خلاف بڑھے سے بڑھے استدلال کو پایہ پارہ کر دینے کی جرأت و توفیق اور الہیت و قابلیت اللہ تعالیٰ نے اپنی فیاضی سے عطا فرماتی ہے۔ آپ کے سوال کا جواب تو ہو گیا۔ غور طلب صرف یہ ہے

بنیا جائے کیا صحیح ہے؟
 (۴) کیا خلقانے راضیوں کے چہدیں بہت المان میں الگ
 الگ خانے رکھنے جانتے تھے جن میں مال نیمیت کا الگ خانہ -
 صدقہ کا الگ - خیرات کا الگ - مال گزاری کا الگ ۹ اور پھر
 ہرمذن کوئہ میں سے مختلف کاموں میں الگ الگ تصرف ہوا کرتا
 تھا؟ کیا اس تنہ کام کا انتظام مکن تھا؟ کیا اس کا انحرافی ریکارڈ
 رکھا جاتا تھا؟

(۵) کیا رفاه عام کے تمام کام ملائراستے بنانا۔ ملے ساز خانے
 شفا خانے - اسکوں مدرسے کا لمحج - یونیورسٹی وغیرہ فی بیان اللہ
 میں ہمیں سا جاتے ۹ ائمہ الصدّقہ قاتُ النَّفَرِ اور قدماء السَّعْدِ
 وَالْعَالَمِینَ علیہمَا الْمُؤْمَنَةُ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّيقَاءِ
 وَالغَادِرِ میں وَفِی مَسِیلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِیلِ ۝ (توبہ - ۸۰)
 خلقانے راشدین کے زمانہ میں کیا زکوٰۃ کی رقم ان اداروں پر
 صرف نہیں ہوتی تھیں؟ فی مسیل اللہ کے تو بہت کوئی سخن نہیں
 درج اب اللہ باب زکوٰۃ دیکھئے

(۶) ہماری میں رقم نہیں واقع ہوئی ہے۔ اس میں سے بہت سے
 صاحبان ہر سال حکومت کو مختلف لیکس جو فرقہ ۸۵/۸۵ فی صد
 ادا کرنے کے بعد بھی اللہ کی مقریز کردہ زکوٰۃ کی رقم بھی ادا کرنے
 میں ہمیں سے بہت سے لوگ یہ غرض پیش کر کے زکوٰۃ سی رقم ادا کرنے
 سے اعراض کرتے ہیں کہ حکومت کو اس قدر بھاری لیکس کی
 رقم ادا کرنے کے بعد اللہ میان کے لئے کیا باقی رہ جاتا ہے
 جو ہم اس کو دیلوں یا لیکن بھر بھی بیشتر دین داڑھیں صاحبان
 زکوٰۃ متعدد قوی اداروں کو زکوٰۃ کی رقم ادا کرنے ہیں لیکن
 میں ہمیں بھی ان علماء کی طرف سے فرداً فرداً زکوٰۃ کے حقین کو
 ان رقم کا مالک بنادیتے گی شرط لا از جی قرار دینے کے سب سے
 جو امتحنیں یہ دیتا اوسی حالات کے علماء کی طرف سے بیداری کا نی
 جاتی ہیں اس کو بینا دنکر اب بھی زکوٰۃ دینے والے صاحبان
 بھی آئندہ زکوٰۃ دینے سے دور ہیں گے۔ اس کے معنی یہ ہے
 دیتا اوسی علماء جو تھوڑے بہت زکوٰۃ ادا کرنے والے لوگ
 اس زمانہ میں باقی رہ گئے ہیں ان کو بھی زکوٰۃ سے دور بھاگنے
 والے بننا کر چکوڑیں گے۔ کیا آپ ہم سے اس امر میں تھق نہیں ہیں

آپ کے گولہ جواب دیدیا تو اس سے آخر کی قباحت پیدا ہو گئی
 دیسے اس نکتہ کو بھی فرماؤں ذکر ناجائز ہے کہ صحاح ستہ میں بھی
 ایسی کتنی بھی روایات موجود ہیں جن کی صحبت پر اُو پنجے درجے
 کے ایں علم نے کلمہ کی لہذا یہ کہنا مشکل ہے کہ حدیث کی کسی
 بھی کتاب سے کامیاب ایک لفظاً سٹی طرح اُن اور لفظی ہے جس
 طرح کلام اللہ کا ایک ایک لفظ۔

زکوٰۃ کے مسائل

سوال ۱:- از عنان شبتم۔ کراچی۔

زکوٰۃ کے احکام یعنی خصوصاً اس کے آٹھ صورت کے
 باسے میں امتحنیں ہیں اور ہی ہیں۔ ہمارے بعض علماء سے اس کے
 متعلق تصریحات و ریافت کی تینیں لیکن ان کے جوابات سے
 دل کی شفی نہیں ہوئی۔ اس لئے یہاں آپ کے چند معروضات
 کروہا ہوں امید ہے کہ جناب ان کا مفصل جواب تجھی کے لئے
 پڑھ میں ہمروز دیں گے۔

(۱) زکوٰۃ کی رقم قوی ادارے مثلاً تیم خانے - مدرسے
 شفا خانے - دارالعلوم دیگر میں دی جاسکتی ہیں یا نہیں؟
 کیا ان ہیں پیش رکھتے ہے کہ جس کو یہ رقم دی جادیں اس کو انکا
 مالک بنادیا جائے؟ کیا یہ کافی نہیں کہ جس ادارہ کو یہ رقم
 دی جاتی ہیں وہ خود ان کا مالک ہو جاتا ہے اور پھر وہ خود
 اپنے نظرہ انتظام سے ان میں سے مال بھر جائیں جس ان
 ضرورت ہو اس کا نصرت کرنا رہے چاہئے پھر اور طالبعلوں
 کی تعلیم ان کے کھڑے، لحاف سیڑتے، بیماروں کی دوائیں اور
 طالب علموں کی تعلیم و تربیت پر؟ کیا ان میں سے ہر طالب علم
 تیم، بیمار کو فرداً فرداً اس رقم کا مالک بنادیا لازمی ہے؟
 بغیر اس کے زکوٰۃ کی ادائیگی کی شرط پوری نہیں ہوتی ہے کیا
 زکوٰۃ دینے والا بعد ادا میں زکوٰۃ اپنے فرض سے سکدوں نہیں
 ہو جاتا؟

(۲) جواب دیا جاتا ہے کہ رفاه عام کے کاموں پر مشتمل اسکوں
 مدرسے - شفا خانے - کالج وغیرہ اداروں کو زکوٰۃ نہیں دی
 جاسکتی۔ کیونکہ پورے کپورے ادارہ کو اس کا مالک نہیں

کرنا چاہتا ہے۔ آج ہناب کو معلوم ہے کہ قرآن میں کثیر مقامات پر صلوٰۃ کے پہلو و پہلو زکوٰۃ کا حکم دیا گیا ہے۔ صلوٰۃ کے بعد زکوٰۃ سے بڑھ کر کوئی فرضیہ نہیں جسے اللہ تعالیٰ نفس شد و مدد اور تاکید و تکرار کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ زکوٰۃ ہی وہ شے ہے جس کی ادائیگی سے انکار کرنے والوں کو حیفہ اُولین بیان ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مرتدین کی صفتیں رکھ کر یہاں تک ترین وقت میں ان سے جملہ کی تھی۔ اس سے ظاہر ہے کہ زکوٰۃ صلوٰۃ و صوم ہی جیسا ایک اہم ترین فرضیہ اور عبادت ہے۔ اسے دنیاوی حکومتوں کے عائد کردہ میکسون جیسا کہ لینا باخال کر لیا کر فاضل دلت کا یہت بڑا حصہ میکیں جس دینیت کے بعد زکوٰۃ سے بکدوشی ہو جاتی چاہیے ایسا خاص اندماز فکر ہے کہ اس کی جتنی جلدی اصلاح کی جاسکے ضرور کی جائے۔

شنبہ ہے میں جو کچھ جس انداز میں آپ سے پرقدم کیلے ہے اس سے بھی بھی واضح ہوتا ہے کہ زکوٰۃ آپ کی نگاہ میں عبادت نہیں صورت ہے۔ شوق و ذوق سے ادا کرنے کی چیز نہیں بلکہ اسی طرح بادل ناقوستہ ادا کرنے کی شے ہے جس طرح دنیاوی حکومتوں کے عائد کردہ میکس ادا کئے جاتے ہیں۔

جب یہ صورت حال ہو تو حقیقی بھی الجھنیں آپ کے دامغ میں پیدا ہوئی چلی جائیں کہیں۔ ہم اُج کی جس دنیا میں رہ رہی ہے ہیں اس میں گھوٹا اور پاکستان میں خصوصاً اسلامی احکام وہاں کے ساتھ ہی نہ اپنے خاری ہے کہ ٹھیک اُن پیاروں سے اخھیں اپا اور ان کو ٹھیکوں سے اخھیں پر کھا جا رہے ہیں جن بیانوں اور کسوٹھیوں سے اینٹ اور چھڑا، آٹھا اور شک، سونا اور چاندی ناپے اور پرکھے جاتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ اسلام کی پوری عمارت تو اس بناء پر استوار کی گئی تھی کہ جن اہمیت آخرت کو ہے۔ وہ حکم کے الہی کو ہے اور دنیا دوسرے درجہ پر ہے، لیکن حصر نبی کے مسلمانوں کا عام ذہن مغربی فکر و ہندوستانی انتہام نے یہ بنادیا ہے کہ اصل شے دنیا ہے دنیا کے منافع ہیں، نادی ترقیات ہیں، جسمانی عیش و راحت ہے اور آخرت تو فقط نابوی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ ذہن جب اسلامی اور مدنوی ایسی کا جائزہ لینے چلتا ہے تو قدم پر

کہاں علماء کو آج کے حالات اور چودہ صویں کے پیشہ حالات میں مناسب تطبیں کرتے ہوئے پوری سوچ و بھج کے ساتھ فتویٰ دینے چاہتیں؟

(۶) کیا ایک فرزد زکوٰۃ لینے والا اور ایک قومی ادارہ کا قائم (جو ادارہ کی طرف سے زکوٰۃ کی رقم وصول کیا ہے) شریعت اسلام کی رو سے دلوں کی قانونی پوزیشن بکام نہیں ہے؟

(رے) جواہرات کے اوپر زکوٰۃ نہیں اور جانبداد کے گرامیہ زکوٰۃ ہے۔ لیکن ایک کروڑتی زکوٰۃ سے بچنے کے لئے ساری رقم جواہرات میں لگادیتا ہے اور وہ سراکروڑتی ساری کی ساری رقم جانبدادیں خریدتے ہیں لگادیتا ہے تاکہ بیٹھا بیٹھا منے سے کرائے وصول کرے اور کروڑوں روپے پر راجب الادان زکوٰۃ سے بچ جائے صرف کرائے کی رقم پر زکوٰۃ ادا کرتا رہے اسکے برخلاف ایکسٹرموی درجے کا نام جو صحیح سے نہ ایک وق ریزی گرنے کے بعد چند ہزار روپیہ کا ہے۔ کھرقم یوہی بچوں کے نیوں میں لگادیتا ہے اور کھرقم نقد ہے اس پر اس کو شرعاً کے مطابق زکوٰۃ ادا کئے بغیر جھٹکا رہا نہیں، لیکن اس کے مقابلہ میں تو جواہرات اور جانبدادوں میں کروڑوں روپیہ لگادیتے والا سرمایہ دار تو پڑا ستا چھوٹ گیا۔ ان دونوں قسم کے زکوٰۃ ادا کرنے والوں کے درمیان چار ہے ان علماء کے نزدیک کوئی شرعی فرق ہے کہ نہیں، کیا اس پہلی قسم کے زکوٰۃ ادا کرنے والوں کی زکوٰۃ ان سے تھی پر واپس مار دینے کے لائق نہیں؟ کونکہ ان کی نیت اللہ کو دھوکا دینا ہے۔

اچھا بہ:-

جب پاکستانی علماء آپ کی شفیعی درکار سکے تو ہم کیا شفیعی کر سکتے ہیں جب کہ ہماری حیثیت ایک طالب علم سے زیادہ نہیں۔ لیکن ہمارا خجالت یہ ہے کہ دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا عالم بھی آپ کی شفیعی نہیں کر سکتا جب تک آپ دین اور احکام دن کے باسے میں اپنے فکر و نظر کے زاویے درست نہ کریں۔ آپ کا طرز سوال آپ کا لائب و نیجر اور آپ کے الفاظ بھی اسی لذاں حیثیت کا انہما کر رہے ہیں کہ زکوٰۃ کو آپ کے ذہن نے اس حیثیت سے قبول نہیں کیا ہے جس حیثیت سے اسلام استقبوں

علی اور ہمی خیلت کچھ بھی نہیں وہ تعدد فلک مفروضوں کی پیدا کردا ہیں۔ ایک یہ کہ آپ نے زکوٰۃ کو ایک عبادت اور طاعتِ الٰہی سمجھنے کی بجائے میکس اور آفت قرار دے لیا۔ دوسرے یہ کہ علماء کے بارے میں ایک لیے سویں سن کو آپ نے دل دماغ بین جانگروں کو دیا جس کے نتائج کی وجہ پر کوئی حوازن موجود نہیں ہے۔

ایک علماء کے بارے میں اس انداز سے رائے ذہنی کرتے ہیں کہ یا تھی مسائل اور شرعی جزئیات انکی اپنی تحریر ہوتی ہیں۔

جب تکیہ دونوں فاسدترین مفروضے آپ دیوار پر نہیں باریں کے دینی مسئلے میں آپ کو کوئی تشفیِ حلال نہیں پڑ سکتی۔ میری تھیں قطعاً نہیں اور ہے کہ میں آپ کے کس سوال کا جواب دوں۔

سوال کی پہلی شق کا تعلق اداگی زکوٰۃ کی ایک خاص شرط سے ہے جو علمائے سلف کے مابین مختلف فہری ہے معتقد اکابرین کی یہ رائے ہے کہ زکوٰۃ میں تملیک شرعاً حرام نہیں ہے بلکن علمائے احافیت یعنی میں بڑے بڑے امرگزارے ہیں، یہ کہتے ہیں کہ زکوٰۃ میں تملیک لازمی ہے یعنی جس کو مالِ زکوٰۃ دیتا ہے اس مال کا مالک بنادیا جائے۔ یہ درست نہیں ہے تو سچھین کی بحث کسی اور شخص یا اشخاص کو یا اس طور مالِ زکوٰۃ سوچ دیا جائے کہ وہ اپنی صوراً بدین سبب جو طرح چاہے اسے سمجھنی میں صرف کریں۔

بھی ہمارا اس سے بحث نہیں کرتے کہ احافیت کا مذکور درست ہے یا دوسرے فریض کا۔ بحث طلب یہ ہے کہ جب احافیت کا یہ مذکور دنیا بھر میں مشہور و معروف ہے اور مسلمانوں کا سوا اعظم عجیب فقرِ حقیقی کا پیر وہ ہے تو کیا کسی الفاظ پسند اور سلیم الطبع احادیث کو سوال کا ہے اندرا اخبار کرنا زیر یہ جو اس پہلی شق میں اختیار کیا گیا ہے؟ اس انداز سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مسائل یا تو تمہاری فارقاً زبرد رہا ہے یا پھر وہ داقعہ اتنا ہے کہ اسے احافیت کا شہرہ آفاق مذکور بھی معلوم نہیں دوں ہی صورتیں افسوسناک ہیں۔

بہر حال اس شق کا جواب یہ ہے کہ احافیت کے نزدیک

ٹھوکریں کھاتا ہے، الجملہ ہے، نجٹ اور خصہ دکھاتا ہے۔ پھر جب کسی طرح اس کے خود ساختہ غالب ان اور انہوں نہیں پر جست نہیں ہو پاتے تو غالب بدلے کے عرض وہ ان اور انہوں نہیں ہی کامٹ چھانٹ کرتا ہے اور انہیں رہتا ہے ان پر جھپٹنی اور رتی جلانا ہے، انہیں تو طریقہ رہتا ہے۔

یہ کوئی خالی و متنان سراہی نہیں۔ ایک اندرھا بھی دریکہ سکتا ہے کہ آج ہندو یا کھڑک عراق، شام و ترکی سب جگہی ہو رہا ہے مریزدن کی کامل سادات کا جنوں، مخلوط زندگی کا شوق بے پر دگی، ناج گانا، مشراب خوری، ریس بازی اسرائیلین دین، بیرون کا قمار، انہی سے کوئی چیز ہے جس پر اسلام کا لیبل لگائے اور اسے جائز و باحت سے خوف کرنے کا غصہ نامہ نہاد تھی دنی کو حاصل نہیں ہے۔ یہ دیوانگی آخر کیوں؟ یہ دنیں قسم کا گیزین آخوند ہے؟ یہ قاسقاتہ و کافران جو آتیں آخوند ڈھن کی تراویش ہیں؟

یہ دہی دہن ہے جس نے ٹھیٹ مادہ پرستوں کی طرح دنیا ہی کو رب کو کچھ لیا ہے جس کی نظر میں عجیبی دو دیکھ ماغر غفلت کے سوا اچھی بھی نہیں جو چل کر تو یہ نہیں کہ سکتا کہ تم غائب کو نہیں مانتے، مگر فی الحقيقة اس سکدل دماغ میں آخرت، رضاۓ الہی اور حواسیہ قیامت کا کوئی جاند اور تصور بوجوہ نہیں ہے جب عالم یہ ہو تو ایک زکوٰۃ، ایک سود، ایک الشورش اور ایک ناج گاستے پر ہی موقوف نہیں اسلام کے کسی بھی امر و بھی پر اسے تشفیِ حلال نہیں ہو سکتی۔ اور جب تک شفی حلال نہیں پوچھتی تو وہ اپنی خصائص اور وہیں کو دیکھ لے جائیں، سازشی اور نہ جانے کیا کیا الہم گذرتا ہے۔ گویا نفس امارہ کو کہ تو اللہ اور رسول کے احکام ہیں۔ مگر معاشرہ چونکا بھی نہ کسی تھات کو نہیں بچھا بے کہ اللہ اور رسول کی برائی سے اس لئے مقصود برداری کے لئے وہ عملکار اسلام کا آڑ بناتے۔

باتِ ظاہر غیر متعلق ہو گئی یا میکن فی الاصل اس کا تعلق آپ کے سوالات سے بڑا گھرا ہے۔ آپ کے جو اچھی بھی فرمائی ہیں ایک

ادارے خپروں تک گئے ہیں ان کے کم را دھرتا و اعتمالتے ریانداز
اور این اور خدا ترس ہیں کہ شخص بھی انھیں زکوہ دے دے
بوروی طرح مظہر ہو جائے کہ اس کا دیا پہا پیر شہک اسی
حصوف میں حضرت کیا جاتے گا جس میں اسے ہوتا چاہئے؟
بات کی وجہ اور دھاندھلی تو اور جیز ہے لیکن حقیقت
پسندی سے کام لیا جاتے تو کوئی بھی ہر تمدنیہ اور نہیں
کر سکتا کہ خیانت اعراض پرستی بے ایمانی اور مکرم فریب سے
لبریز معاشرے کی گودیں پروردش لئے ہوئے افراد جب
کوئی درمیں ادارہ قائم کریں گے تو اچانک ایسے متین،
خوش کردار اور ایسا حباب ایمان ہو جائیں گے کہ زکوہ
والوں کو ان کی کامل دیانت داری پر پوری طرح مظہر ہو جیتنا
چاہئے۔

عامہ حدائقات کی بات اور ہے۔ ان کا درجہ فضائل
نیوپل کا ہے، لیکن زکوہ ایک فرضیہ۔ ایک عبادت ہے،
ایک امر مکتوہ ہے اس کی کامل ادائیگی کے لئے وہی طریقہ افضل۔
اوپنی ہو سکتا ہے جس میں زیادہ سے زیادہ اطمینان کی صورت ہو۔
شق نسبت کا جواب یہ ہے کہ جو ہاں فقر حقیقی کی رو
سے بھی بات درست ہے کہ زکوہ اس کے تحقیقین کا اطمینان
خخش طریقہ پر ہجتی چاہئے اور یہ اطمینان بخش طریقہ اس کے
سو اکوئی نہیں کہ جو حقیقت ہے اسی کو دوی جاتے درمیان میں
کوئی وکیل نہ کھڑا کیا جائے۔

شق نسبت کی بحث ہم فضول بھتھے ہیں کیونکہ خلافتے
راشدین کے فعل عمل اور طریقہ ورثج کی تلاش تحقیقین امنیقت
تیجی خیز پر سکتی ہے جب آدمی تینگی کے ساکھدار ارادہ رکھتا ہو
کہ ہم ان مقدس حضرات کے امور سے پر عمل کریں گے لیکن جب
حال یہ ہو جکا ہو کہ مسائل کے بارے میں راستے تبیہ قائم
کر لیں جائے اور بعد میں خلفائے راشدین اور قرآن و حدیث
سے ایسے دلائل تلاش کئے جائیں جو اس راستے کی ہوئی ہوں تو
تحقیق تھجھ سے کوئی فائدہ نہیں خلفائے راشدین کے بارے
میں علوم ہے کہ رعایا ان کی دیانت دامت اسلام دوستی پر
مطمئن تھی۔ ان خلفاء کے نیل و نہار خود اس بات کا رد شدی

بغير تعلیم کے زکوہ ادا نہیں ہوتی اور تعلیم کی شرط اکھوں نے
دل سے نہیں ھٹھٹھی ہے بلکہ اس کے لئے ان کے پاس ضبط دلائل
ہیں۔ ہم اُن لوگوں کو فقط بھرپور نجتے جھوپوں نے ان دلائل کو
مضبوط نہیں سمجھا بلکہ ان کا رد کیا اور ان کے مقابلے میں قرآن و
سنن کے ذخیرے سے ایسے دلائل لائے جوان کی دامت
میں تعلیم کی قید حتم کر دینے والے تھے۔ یہ لوگ الگ تعلیم کے
 بغیر زکوہ ادا کر سکتے ہیں تو ان کی زکوہ ادا ہو جائے گی کیونکہ ان کا
یقین کسی لاپرواںی یا پیغمبر اہمیت اور خود پرستی پر
مبنی نہیں ہے بلکہ مسئلہ کے تمام پہلوں پر اظر انتہے کے بعد
اکھوں نے جس بات کو حق سمجھا ہے اسی پر عمل کر رہے ہیں اور
حکم اپنی سے روگردانی کا کوئی شایمہ ان کے ذکر و عمل میں
نہیں پایا جا رہا ہے۔

لیکن جن لوگوں کا عالم یہ ہو کہ نہ تو وہ تعلیم کو ضروری
قرار دینے والے ملک کے دلائل سے دافت ہونے کی وجہ
کریں مذکون نصوص و آثار سے واقعیت ہم بھیجا تھیں جن کی
جنیسا د پر تعلیم کا قول کیا گیا تھا نہ وہ یہ سوچنے کی زحمت
جو ارکریں کہ آخر تعلیم کو لازم کرنے کی مصلحتیں ہو سکتی ہیں
اس کی بجائے وہ حضرت یہ کہ میں کو جلدی سے مفادات و
مصلح کے پیش نظر فیصلے دینے شروع کر دیں اور میں علی
انداز افتخار کرنے کے عوض علماء کو دینا نوی اور روح منکر
قرار دے کر کام نکال لی جانا چاہیں تو ہم یقین سے کہہ سکتے
ہیں کہ ان کے غلط فیصلے تو درکنار ان سے صحیح فیصلے جی ہے
معقول نہیں گے۔ ان کی اصحاب تکریبی اخزوی نقطہ نظر
سے کسی تھیں کی حق تزار نہیں پائے گی۔ کیونکہ ان کی نیت
ھدایت نہیں ہے۔ وہ متریعت کے انتہا و ابتداء کا جذبہ
نہیں رکھتے اور ان سے صحیح فیصلوں کی حیثیت حصل نہ صرف
میں چھوڑے ہوئے تیریوں کی ہے جو اگر بھی کجا رہتا نہ
پرستی بھی جاتیں تو تیرانداز کو نشاد باز نہیں کیا جائے گا۔
ہم بیان مسلمان سماں تھنھی کی دکالت کرنا نہیں چاہئے۔
حضرت انس اعراض کرنا یا جاہتھے ہیں کہ کیا سائل ایمانداری
کے ساتھ یہ سمجھتے ہیں کہ مالی زکوہ وصول کر نہیں اے جتنے

نہیں کہا کہ آپ بال بخون کا پیٹ کاٹ کر زکوٰۃ ادا کیجئے۔ وہ تو فضل مال پر زکوٰۃ کا حکم دتے ہیں۔ اگر حکومت کو اتنی فیصلہ نیکس ادا کرنے کے بعد بھی آپ کے پاس اتنی فاضل دولت بچتی رہے جس پر شرعاً زکوٰۃ واجب ہوئی جائیجے تو یہ کہنا سوائے کفر و زندگی کے کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے کی باقی رہا جو ہم اس کو دین۔ نبود اللہ من ذلک۔ ایسا کہنے والوں کو سمجھا جائے کہ یہ سو تھمارے حرم کا ایک ایک قدرہ خوب اور تمہارے مال کا ایک ایک جزء اللہ تعالیٰ کا عطا فرمودہ ہے اس نے صرف اسی مال پر زکوٰۃ رکھی ہے جو تمہاری ضروریات سے زائد ہے۔ اگر اس زائد مال کا بڑا حصہ حکومت کا جبری قانون اختیار لیتا ہے تو کیا اس کا انعام قائم اللہ سے لوگے؟ کیا حکومت کا حصہ لپٹے رب پر اتا رہے؟

اور یہ کہا جائے گی بات ہے کہ اگر مطلع احاف نے بدلائی تعلیک کو خرط لازم تراویدیا تو آپ انہیں دیقاً نوی قرار دیتے ہیں اور النام لگاتے ہیں کہ ان کو یہ دیقاً نویست زکوٰۃ ادا کرنے والوں کو روک دیا کی راہ رکھانی ہے۔ یوں کیوں نہیں کہتے کہ جن دین ایسین صاحبان کا تذکرہ آپ فرا رسے ہیں انہوں نے خود بھی زکوٰۃ کو دنیاوی ٹیکس ہی صیاد بھجو لیا ہے اسی لئے اس کے ساتھ بھی ان کا سلوک وہی ہے جو شیکھوں کے ساتھ ہے۔ جس طرح ٹیکس ادا کرنے ہوئے صرف بھی سلطھ نظر پڑتا ہے کہسی نہ کسی طرح قانون کا مٹھوچ جملہ ساجھائے اور سرداری مطلبے سے بری الذمہ ہو جائے۔ اس سے کوئی بھی نہیں ہوتی کہ اسکی کامیابی ایک بیرونی طور پر خرچ کیا جائے گا یا نہ۔ ٹھیک اس طرح یہیں بھائی زکوٰۃ کسی بھی ادارے کے کو اعلیٰ کوئی سلطھ ہو جانا جائے ہے ہم نکل جو بھائی ہوئی۔ ضبط کا پیٹ بھر لگا۔ حالانکہ زکوٰۃ کو اگر دعا ایضاً عبادت سمجھا جائے تو یہ "جان چھڑاؤ" قسم کا طرز عمل ہرگز روا نہیں رکھا جسکتا زکوٰۃ کی رقمیں دینی و ملی اداروں کے حوالہ کرنے سے پہلے ان میں بھائیوں کو اہل علم سے تحقیق کرنی چاہیئے کہ آپ اس طریقے پر زکوٰۃ ادا ہو بھی جاتی ہے یا نہیں۔ اگر اس سلسلے کے علماء جس سلسلک کو ان بھائیوں نے عام زندگی میں اختیار کر رکھا ہے

ثبوت تھے کہ یہ لوگ ہر معاملہ میں مشرعیت کی پیروی کرنے گے اسیں مال زکوٰۃ پر دکتے ہوئے اطمینان کے مضبوط ترین تصدیق موجود تھے۔ ان کے دفتری انتظام کی چھان بین اور تصریفات کے دیکارڈ کی تفہیش سے کیا حال ہو گا جبکہ آج کے اداروں اور حکومتوں پر بھروسے کیتھے تھے انہیں بوجوہ نہیں ہیں۔ قش تبلیغ کے باعثے میں صرف اتنا کہنا کافی ہو گا کہ مصادر فر زکوٰۃ کی تصریح کرنے والی متفقہ آیت اہم الہمینہ اور ان کے ہزاروں پیروں کے ساتھ بھی رہی ہے۔ آپ ذرا مغربی طرز فلکر کا پردہ ٹھیک کر دیجھتے کیا وہ اسکوں "کافی" اور یورپی شاہ بھی فی مہبل اللہ کے میں زمزہ میں شمار ہو سکتی ہیں جن کے نصاہب ہائے قیامِ حسن کا نظام تربیت، جن کی تعلیمات اور حسن کا ما جوں اسلام سے ذہنی بناوادت اور خدا پرستی سے گزر دفرار کے سوا کچھ نہیں سکھاتا۔ حسن اداروں میں جو ان مردوں پہلو پہلو بھیج کر بچوں تینیں، جن اسکوں کا بھوں میں ایسی اسلام اول دماغ ڈھالے جاتے ہوں، جنکی نظریں ناج گا نہ تھیں "لئاافت دلکھر کے ہم معنی ہوں انہیں فی مہبل اللہ میں سماں کی کوشش ایک ایسا ہی ذہن کو سکتا ہے جسے اسلام کی آئینہ یا لوحی اور درج سے کوئی "س" نہ رہ جیسا ہو۔

رہے وہ ادارے جہاں واقعی اسلام کی تعلیم ہوتی ہے یا مفر خاستے ہیں اور پستان و خبڑو۔ تو آخر ان کے لئے اسی زکوٰۃ کو کیوں تاک لیا گیا ہے یو غیریوں کا حق ہے۔ پہلے سے امیر بھی فلاؤ اٹھائیں گے۔ صاف خالوں اور میتالوں سے دہ لوگ بھائی مقاع کریں گے جو زکوٰۃ حسیق نہیں ہیں تو کیوں نہ ان کا موسی کے لئے صدقات تافلر سے کام لیا جائے۔ حکومت اگر اتنی فی صدی بیک شیکس لگا دے تو آپ بناوادت نہیں کرتے بلکن دین اگر ہر ایت دے کہ رفاه عالم کے کاموں میں شامل ہوں کا وہ حصہ صرف کر دیجاؤ صافی فی صد زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد بھائی ہے تو آپ ہر طرح کا احتجاج لے دو ہستے ہیں۔ جھوپیاں پیش فردا دیتے ہیں۔

مئی نیشنہ بہت بُرے دہن کی خوازی ہے۔ اللہ نے کبھی

پسیہ ادا کر دا در رد و فبول کے چکرستے ہے تماز ہو جاؤ۔ اللہ کے یہاں تو نہیں اور جنہے دیکھ جلتے ہیں۔ ولی کیفیات دیکھی جاتی ہیں۔ ذہن و شعور کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ زکوٰۃ ادا کرتے ہوئے اگر آپ کے دل کی دہی کیفیت ہے جو دنیاوی سیکس ادا کرتے ہوئے ہوتی ہے تو یقین کیجھے کرے۔ زکوٰۃ مقبول ہمیں ہو گئی۔ حسن طرح قربانی کے بارے میں قرآن نے تصریح کر دی کہ جانوروں کا ہوا درگشت اللہ کو نہیں پہنچتا۔ اللہ کو تمہارا حسن نیت جذبہ عبوریت، خوبی فرمایہ داری اور خشوع و خضوع پہنچتا ہے۔ اسی طرح تماں عبادات کا معاملہ ہے۔

جب یہ فرق آپنے ذہنیں فرالیا تو اب ساری شخصیں آپ سے آپ رفع بر گئیں۔ مثلاً شن مہبکر کے مطابق ایک شخص اپنے تمام سمرٹے کو حضن زکوٰۃ سے بچنے کے لئے اسی اخبار میں تبدیل کر دیتا ہے جن پر شرہار کڑا واجب نہیں تو کسی کا یہاں گروہ خود اسی کا سب کچھ بر جگدا گی۔ زکوٰۃ تو ایک عبادت ہی کی اللہ عالم ذات الصد و نہیں دیکھ رہا کہ اس شخص نے عبادت سے جان چہرانے کے لئے کیا جاں بازاری کی ہے؟ اگر دیکھ رہا ہے تو وہ ضرور آخرت میں اس سے اختساب کرے گا۔

روایہ دو سما شخص جس کے بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ وہ صحیح سے شام تک عرق و نیزی کرنے کے بعد چند ہزار روپے بچائیں ہے اس پر اس کو شرح کے مطابق زکوٰۃ ادا کئے بغیر کھانا و ہمیں تو جا کے الفاظ نہایت مکروہ ہیں۔ ان سے صاف غایر ہے کہ زکوٰۃ کو آپ ایک صیحت بھادر ہے جس نہ کر عبادت۔ خاب والا ای شخص تو نوش نہیں کہ کہ اللہ نے جو ہاتھ پر اور تو انہی اسے دی تھی لے استعمال کرنے کے بعد وہ اس لائن ہو لا کر حاصل محنت کا کچھ حصہ اللہ کی راہ میں بھی صرف نہ کر سکے۔ آپ اس عبادت اور شکر نعمت کو عذاب تراویدیک اسے چھکا رہ دلانے کے درپے ہیں۔ اس زادہ نظر سے آپ کسی بھی حکم شریعت پر غور و فکر کریں گے تو اس میں کیڑے ہی کیڑے نظر ایں گے۔

ہم ان لوگوں میں ہیں جو فقہ حنفی کی تقلیل میں تملیک کر

یہ فصل دین کو قومی اداروں کو زکوٰۃ ادا کر دینا درست۔ مخفف تو انہیں اطمینان فلکے ساتھ ادا نہیں کا یعنی طریقہ اختیار کر لینا چاہئے، لیکن اگر فصل اس کے خلاف ہو تو زکوٰۃ مسٹحقین کو براہ راست ادا کرنی چاہئے اور قومی اداروں کی امداد اس فاضل روپے میں سے کرنی چاہئے جو لادے زکوٰۃ کے بعد بھی ساری ہے تا تو فیصلہ جوں کا تو موجود ہے۔

شق تبریزی بھی اسی امناک ذہنیت کی تطبیر ہے جس پر ابھی ہم رے افسوس کیا یعنی زکوٰۃ عبادت نہیں صیحت ہے۔ اس ذہنیت کو پیدا کرنے میں پر و نیزی منکر کا بڑا بھروسے ہے۔ پرشٹیکہ ہر زہر مساقی تجو منکر کا نام دیا جاسکے۔ پر و نیزیوں نے نزدیک زکوٰۃ ایکیں ہے اسی لئے وہ اس کی مشرح کو گھٹانا پڑھانا درست قرار دیتے ہیں۔ جب یہ فاسد خیال ذہن میں رواہ پا جائے تو آپ یہ لغو خالی بھی سزا ہماری کو حکومت جب دھائی فیصلے سے کہیں زیادہ تکمیل وصول کر رہی ہے تو زکوٰۃ کے واجب رہنے جانے کا کیا سوال باقی رہا۔

ہم عرض کرتے ہیں کہ دنیاوی تکمیل اور زکوٰۃ کی جدا گاہ چیختونکر پہلے بھی طرح کچھ لجئے تب ہی متعلقہ مسائل صاف ہو سکتے ہیں۔ دنیاوی تکمیل دیکھ لجئے۔ کون ہے جو خوشدنی سے تکمیل ادا کرتا ہے۔ لیکن حکومت کو اس سے کوئی عرض نہیں کہ تکمیل ادا کرتے ہوئے آپ کی دی کیفیت کیا تھی۔ آپ نے لفظی کھالیاں دل ہی دل ہیں حکومت کو دیں اور کس بددی سے قبر درویش بجان رویش تکمیل کی رقم حکومت کے مخدود پر ماری۔ یہاں کا تو قصہ یہ ہے کہ آپ نے قسم داخل کر دی قانون کا حق ادا ہو گیا۔ اب آپ پر کوئی دارد گیر نہیں کوئی نکیر نہیں۔ کوئی دفع نہیں۔

گھر زکوٰۃ کا معاملہ اس سے بالکل جدا ہے۔ وہ تو ایک عبادت ہے جس میں ظاہری ادا نہیں کے ساتھ باطنی مسلمان و شوق اور خوشدنی بھی اتھہائی ضرورتی ہے۔ کون مسلمان ہے جو نہیں جانتا کہ اللہ سے دسری دعاوں کے علاوہ یہ دعا بھی کرنی چاہئے کہ اللہ ہماری عبادتیں بقول فرمائیں۔ یہ دعا اسی لئے تو کی جاتی ہے کہ اللہ کا معاملہ دنیا جیسے حاکم کا نہیں ہے کہ تکمیل کا

کے تعلق سے لفظ کرنے ہوئے آپ سے جو یہ بتایا کہ قرآن جما بخدا
اُتر اسے تو بھر پسترنے نے جو سورہ قدر کی بعلی آیت انزلنا ہے
فی الْيَكْلَةِ الْقَدْرِ، کی تفسیر میں لکھا ہے کہ قرآن پورا کارا رائیک
مرتبہ اتر اسے اس کا کیا مطلب ہے گا۔ تفسیر میں شافعی، یہودی،
مشنیک، مصنف ابن شیبہ، طبرانی اور مفسر عظیم حضرت
عبداللہ بن عباسؓ کے حوالوں سے یہ بات کہتے ہیں تو اسکے
مقابلہ میں آپ کی بات کا کیا ذکر ہو گا؟

الجواب:

آپ سے ہماری منذکرہ معروضات کو زیادہ توجہ سے پڑھا
ہوا تو یہ الحسن پیدا نہ ہوتی۔ خوب سمجھ لیجئے کہ سورہ قدر کی
تفسیر میں جو حضرات نے یہ کہا ہے کہ پورا قرآن کیا رکنی نازل
ہوا ان کا مقصود یہ ہرگز نہیں ہے کہ نزول ہماری دنیا میں
اور ہمارے بغیر پورا بلکہ وہ ایک توجیہ کے طور پر ہے کہتے ہیں
کہ پورا قرآن آسمان دنیا پر کیا رکنی نازل ہوا۔

رہا چھپنے پر اس کا نزول۔ جو اصل نقطہ بحث ہے
تو اس کے بارے میں صحیح تعریف ہیں کہ نزول بخاً بخاً ہی ہوا ہے۔
شامرات و واقعات کو کون حقلا سکتا ہے۔ مسلمان کا چھپنے
تھوڑا اگر کے نازل ہوئے تو ہنا ایک ایسا سلسلہ واقعہ اور
شاہد ہے جیسے یہ بات تم ہے کہ حضور ﷺ حضرت آمنہ کے بطن
سے پیدا ہوئے اور آپ کے دادے کا ہم عبدالمطلب ناخدا۔
نیز صحیح ہرگز نہیں کہا جا سکتا کہ نزول ظاہراً تھا اور
باطناً چھپنے پر تمام ہی قسم آن کیا رکنی نازل ہو گیا تھا۔ اس کے
غایماً اور محل ہوتے کی وجہ پر ہم میں دالے جا بیں روشنی
ڈال چکے ہیں۔

سچ پوچھیے تو اس انزلنا ہے فی الْيَكْلَةِ الْقَدْرِ، کی تفسیر
میں بھی، یہیں وہ مسلمان زیادہ اقرب الی الحق نظر نہیں ہیں جنہوں نے
یہ رائے ظاہر ہی ہے کہ یہلا کقدر میں نزول قرآن سے مراد یہ
نہیں ہے کہ پورا قرآن اس راستیں نازل ہوا بلکہ نزول
قرآن کا آغاز تسبیح قدیم ہوا ہے اور پھر آیت یہی کو قرآن
سے تفسیر کیا گیا ہے۔ اس صورت میں اس نوچیہ کی ضرورتیاتی
نہیں رہتی کہ پورا قرآن کیا رکنی آسمان دنیا پر نازل کیا گیا۔

حضرتی سمجھتے ہیں اور ہمارے نزدیک مصادر رکوٰۃ والی
آیت میں فی سبیل اللہ سے مراد چیز اور متعلقات حمادہ ہیں
لیکن کسی بھی دینی موضوع پر بحث اس وقت تک تجویز نہیں
ہو سکتی جب تک مندرجہ ذیل امور پر الفاق ذکر لیا جائے۔
(۱) اصل اچیت آخرت کی ہے۔ دنیا و میرے درجے
پر ہے۔ جب بھی حکم الہی اور دنیادی مصالح میں ٹکر ہو جی حکم
الہی کو فالب و مقدم رکھا جائے گا۔

(۲) رکوٰۃ اسی طرح عبادت ہے جس طرح نماز اور حج اور قربانی
اس کے لفاب اور مصادر میں کوئی تجدیلی ممکن نہیں ہے۔
حالات زمانہ اور دنیادی مصالح کا لاحاظہ یقیناً ضروری ہے لیکن
اس لاحاظہ میں الگر رکوٰۃ کی چیخت عبادت ہی بدل جائے تو اس
لحاظ کو سے دینی و بغاوت آئیں گے۔

(۳) رکوٰۃ میں تملیک کا مسئلہ ہوایا کوئی اور دینی سئلہ۔
اس کے طور کرنے کا بطریقہ انتہائی لغو ہے کہ اس کے باوجود
میں اسلاف نے جو لفظ کو کی ہے اسے تو چھوڑ بھی نہ جائے،
 بلکہ چند ظاہری مذاق کو مصالح قرار دیکر مسئلہ کو من بانے بطریقہ
پر طور کرنے کی کوشش کی جائے۔

یہ ہیں وہ بنیادیں جن پر تعریف ہونے کے بعد ہی رکوٰۃ
اور صدور اور ضبط قویہ اور ان سورتیں جیسے کسی بھی موجود پر
بحث دلacz کا کوئی نتیجہ بدل سکتا ہے۔ لیکن اگر دوسرے دوسری ہو جو
آج کل عام ہے یعنی ما حول و فضل میں تاثر ہو کر پہلے تو ایک
سرائے قائم کر لو چھر اس کی تصدیق ذاتی میں کے لئے قرآن حدیث
کی ورق گردانی کر دی اور قدم پر علماء بردنیا نو سیمت اور
صحیح فکری کی الزامات لگاتے چلو تو بحث کا نتیجہ کچھ بھی نہیں
نکالا گا۔

(۴) فرع رہے کہ مصادر رکوٰۃ کی چیخت اپنے نقل کی ہے
اس کا نمبر ۸ نہیں ہے ۴ ہے)

انزال و تنزیل

سوال: از سر مصفقاً جیدر آباد۔

ابن القاسم رضی اللہ عنہ کی تجویز کی ڈاک میں تفسیر صدقیقی پر انزال تنزیل

ہرگز تو ان سکپیسے سے نہ تو کسی مدرس یا مذون کی تجوہ ادی جاسکتی ہے تا مدرسے یا مسجد کے لئے فرش، چھٹاں یا تیل دغیرہ کچھ خربہ ادا جاسکتا ہے، بلکہ اسے تو غرب طلباء کو نقد یا خوارک یا پوششک وغیرہ کی صورت میں دینا ضروری ہو گا۔

پھر ادا سداد العلوم دریوبن بھی چرم قربانی کا پیسہ اور مال رکوہ قبول کرتا ہے لیکن ہمارے یہاں یہ اہتمام ہے کہ اس پیسے کو طلباء کی خواہک و پوششک وغیرہ ہی پر صرف ایسا جائے۔ مدرسے کی دیگر ضروریات، تجوہیں، تعمیر وغیرہ اُس دوسرے دوپے سے ہوتی ہیں جو ارباب استطاعت لطبور صفت نافرماند ہیں۔ یہی طریقہ درست بھی ہے، لیکن یہ جو ہر حیگ ہردرستہ صریح قربانی کی وصولی کرنے کے لئے پڑے ہمہ اشتہارات شائع کرنے کا ہے اس سلسلہ میں اُن لوگوں کو اختیاط بترنی پڑھنے چونقہ حقیقی کے پروپری۔ آفیت یا آگئی ہے کہ مشقین مدرسے حقیقی ہی ہیں اور علیک کو زکوٰۃ کی شرط لازم بھی ہیں وہ بھی چرم قربانی کے معاملہ میں عموماً بہادر و روی کے مرکب ہو رہے ہیں۔ جب کھالیں بھکر پیسہ صحیح پڑھتا ہے تو اسے مدرسے کی تمام ہی ضروریات میں صرف کرتے ہیں کونکاں کے ماسنی قسم ہمیں ہوتی کہ اس روپے کو طلباء کے ٹھانے پر پڑے تک بود رکھیں اور سرہیں کی تجوہیں دوسرے روپے سے دین لہذا دو خود کو فریب نہیں ہیں کہ چلو خرچ تو سب دین ہی کے کاموں میں ہو رہا ہے۔

لیکن یہ قریب قریب ہی ہے۔ مدرسہ چلانے کیستہ دفعہ جائز ہمیں ہو سکتا ہے ان کا مسئلہ ناجائز قرار دے جا گا ہے۔ چرم قربانی دینے والوں کو یہ ضرور دیکھ لیں چاہئے کہ جس مدرسے کو وہ دے رہے ہیں اسکے کرتادھر تا لائق اطمینان بھی ہیں۔

فرض ملے ہوئے جانور کی قربانی ادا تو ہو جائیگی لیکن یہ ادا یکی اُس وقت تک کے لئے مullen رہے گی جب تک یہ قرض ادا نہ کر دیا جائے۔ دیسے قری اور ارجح قول یہی ہے کہ قربانی کا جانا تو پوری نفقة تمیت ادا کر کے لینا چاہئے۔

تاجم بعثت یہ ہمیں ہے کہ کوئی بات الجم والنسبے، درجی ہی صورت مان لی جائے تا بھی یہ بات طبی ہے کو حصہ جعلی اللہ علیہ السلام پر قرآن کا نازول نہ لڑع و قصیط ہی کے ساتھ جما جس سہد اسے چاہے دہ ساتوں آسمان سے ہوا ہو یا سماء دنیا سے۔

چرم قربانی

سوال عہ۔ از محمد فضل اللہ خاں۔ میسور استاذ۔

(۱) حال ہی میں ایک شہزادہ حکام عید الاضحی نظروری سے سے گزر جسیں تحریر تھا کہ چرم قربانی یا اس کی قیمت کسی معاوضہ میں دینا احتلا امام مذون کو سبب اُس کی امامت اور اذان کے درست ہیں اور قربانی کی کھال الگز و خست کردی جائے تو اسکی قیمت کا مدد ذکر نہ کرنا اچھے ہے۔

گرچہ چرم قربانی یا اس کی قیمت سے کسی دینی ادارہ کی تائید کرنے پر دو ہر اواب ملتا ہے کوئے تحریر کر دہ ہے۔

(۲) بھروسی چرم قربانی کی قیمت مذون یا امام کو دینا جائز ہو گایا ہیں؟ یا کوئی دینی مدارس کے لئے چندہ یا مدرسوں کو تجوہ ادی جاسکتی ہے یا نہیں؟

(۳) کوئی قربانی کا جانور خبید لا یا۔ جانور لئے کے وقت آدمی قیمت ادا کی اور آدمی قیمت بعد میں دینے کا وعدہ کیا تو اس جانور کی قربانی ادا ہو کی یا نہیں؟ الگزادہ ہوتوا اس کی صورت ثانی کیلئے ہے؟

اجوابات:-

ہم اتنک فقہ حقیقی کا تعلق ہے قربانی کا جنم اور خود بھی استعمال کیا جاسکتا ہے اور کسی بھی دوسرے تحف کو دیا جاسکتا ہے چاہے وہ شخص رکوہ ہو یا نہ ہو، لیکن اسے اگر فروخت کر دیا گی تو اس کی قیمت اسی طرح صدقہ ذکرنا ضروری ہے جس طرح زکوٰۃ کا پیسہ صدقہ کیا جاتا ہے۔ یعنی مشقین کو براہ راست۔ لہذا یہ صورت واضح ہو گئی ہے کہ قربانی کے پڑے مدرسوں کو دیدیئے جاتے ہیں اور مدرسے کے ارباب انتظام اخیں فرخت کر کے مدرسے کی مختلف ضروریات میں صرف کرتے ہیں یہ حقیقی نقد کی رو سے جائز ہمیں ہے۔ جب قربانی کی کھالیں فرخت

اگر خریدی جا سکتی ہے اور ضرور خریدی جا سکتی ہے تو دونوں تیاروں کی مجموعی قیمت پر ڈھانی اُنی صدائے حسابے زکوٰۃ فرض ہو جائے گی۔

نظاہر اسی فرع کا معاملہ آئکے سوال ہیں درپیش ہے مونا الگ صرف ایک تو لمبی پڑاو لچکے گوٹے میں شلاد میں تو سے چاندی موجود ہوتا بھی دونوں کی مجموعی قیمت اتنی ضرور ہو جاتی ہے کہ ساڑھے باون تو سے چاندی خریدی جاسکے لہذا اصول مذکورہ کے تحت تو زکوٰۃ فرض ہوئی جاتی چاہے۔

لیکن جزئیات فرمیں خود نظر کرنے کے بعد یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ معاملہ ٹھیک قانونی نقطہ نظر سے اتنا صاف نہیں ہے۔ بلکہ اس میں خاصی بحیرہ ہے۔ اگر ہم غالباً حقیقی فرض کی مدد و رہنمی نہ بھی مضمونی کے ساتھ صرف بیانات کی جا سکتی ہے کہ ملبوسات پر لگے ہوئے گوٹے چکٹے میں اگر قدر نصاب چاندی موجود ہے تب اس پر زکوٰۃ لازم ہوگی۔ لیکن پر صریح نہیں مل سکی کہ کوئی ٹھیک چاندی بقدر نصاب نہ ہوتا بھی اسے سونے کے زیور کے ساتھ اس طرح جو دیا جائیں جس طرح چاندی کے زیور جوڑتے جاتے ہیں۔

بادی النظر میں قیاس کیا جا سکتا ہے کہ جب چاندی کی ایک چڑی بھی سونے کی قیمت کے ساتھ شامل کر کے زکوٰۃ کا نصاب دیکھا جائے گا تو گوٹے چکٹے کی چاندی بھی چاہے وہ کتنی ہی کم مقدار ہو سونے کے ساتھ شامل کر لئی چاہے۔ لیکن ایک خاص فرق ہے جو اس قیاس کے لئے قارق سمجھا جا سکتا ہے۔ وہ یہ کہ جملبوسات تجارت کے لئے نہیں بلکہ استعمال کے لئے ہیں وہ چاہے کتنے ہی قیمتی کیوں نہ ہوں ان بر زکوٰۃ عائد نہیں ہوتی۔ تب یکلی بات ہے کہ سچا کوٹا اور لیکھا و عمرہ بھائیتے خود کوئی زیور نہیں ہے بلکہ وہ ملبوسات کی زینت پڑھانے کے لئے ان میں مانگا جاتا ہے۔ جب وہ مانگ دیا گی تو اس کی ابتدی مستقل جنتیت کچھ بھی نہیں ہوتی بلکہ باس ہی کا جزوں جاتا ہے۔ اس مسئلہ میں مولانا عبدالمحیی رحمۃ اللہ علیہ کا وہ فتویٰ بھی توجہ کے قابل ہے جو مجموعۃ الفتاویٰ کی جلد اول کتاب الزکوٰۃ

سو نے چاندی کی زکوٰۃ

سوال: از اس نویز عثمانی۔ رام پور اگر سی خاتون کے پاس سونے کا زیور بقدر نصاب نہ کوئی نہیں ہے۔ چاندی بھی زیور کی شکل میں نہیں ہے۔ لیکن دو پڑوں پر کامدانی کے تار اور لچکے گوٹے وغیرہ کی صورت میں اندماز چند تو چاندی موجود ہے تو کیا اس زیور اور کامدانی کے تار وغیرہ کو ملکریدیکھا جائے گا کہ ان کی قیمت ۵۲ تو لم چاندی یا ۴۷ تو لم سونے کے برابر ہوتی ہے کہ نہیں؟ نظاہر ہے چند تو لم سونے کی قیمت ہی ۵۲ تو لم چاندی کے برابر ہو جائے گی۔ تو کیا کامدانی کے تار اور گوٹے وغیرہ کے باعث اسی خاتون پر فقر حقیقی کی رو سے زکوٰۃ فرض ہو جائے گی؟ یہ بحیرہ رہے کہ الگ الگ مونا بقدر نصاب ہے، اور شتر اور گوٹہ کی چاندی۔ پہاں کچھ لوگوں سے پوچھا تو ان کی رائے یہ ہے کہ زکوٰۃ فرض ہو جائے گی۔ مولانا عز و جل صاحب بھی یہی فرماتے ہیں۔

الجواب:

اگر بات اختیاط اور لفڑے کی ہو تو صاف اور سی رہا سا جواب یہ ہے کہ زکوٰۃ ادا کرنی چاہئے۔ کیونکہ قانون فقہی یہ ہے کہ چاندی یا مونا بقدر نصاب موجود ہے تو اعتبر دوں کا ہر چگانہ کہ قیمت کا لیکن اگر سونا اور چاندی دو توں اتنے کم مقدار میں ہیں کہ کسی بھی نصاب پر انہیں ہوتا تو دوں کی مجموعی قیمت لگا کر دیکھی جائے گی کہ اس قیمت سے بقدر نصاب چاندی خریدی جاسکتی ہے یا نہیں۔ اگر خریدی جاسکتی ہے تو اس کے باوجود زکوٰۃ فرض ہو جائے گی کہ سونا یا چاندی بھائیتے خود نصاب کے برابر موجود نہیں ہیں۔

مشلاً یوں بھیتے کہ اس کے پاس دو تو لم سونے کے مددے ہیں اور اس قیمت سے چاندی کی جوڑیاں۔ نظاہر ہے مذکورہ سونا از کوٰۃ فرض کرتے ہے نہ دو تو لم سونے کی مجموعت میں دونوں کی قیمت لگا کر دیکھا جائے گا کہ اس سے اتنی چاندی خریدی جاسکتی ہے یا نہیں جس پر زکوٰۃ فرض ہو۔

چاہے کتفی ہی کم وزن ہوں لیکن وہ بجائے خدا یک مستقل زیور ہے اور چاندی سونے کے زیورات پر احاطہ کے نزدیک ہر حال میں زکوٰۃ لازم ہے، لہذا چاندی کی چڑی یا انگوٹھی کو موجود ہونے کے ساتھ ملاکر قیمت کے حساب پر غایب کا تعین کرنا ہوں گے۔ خفیہ کے معین مطابق ہے، لیکن جو خود یا سی چاندی گولے ٹھپتے کی تکلیف میں ملبوسات کا جزو ہی انہی میں ہے اسے دھیشیت نہیں دینی چاہئے جو شیعی مستقل کی ہوتی ہے۔ شیعی مستقل اس صورت میں ملبوس ہے اور ملبوس پر زکوٰۃ واجب نہیں چاہے وہ کتنا چیزیں بہا ہو۔

اس سمجھت کا نتیجہ یہ نکال کر سوال میں مذکورہ خاتون پر زکوٰۃ کے لازم ہونے میں ٹھیک صفائی قانون فقر کی رو سے بھی دونوں راion کی خاتمہ موجود ہے اور آئینی سطح پر ہماری ناقصہ رائے اس فیصلہ کو زیادہ ترین قیاس تصور کرتی ہے کہ زکوٰۃ کے لازم نہیں ہوئی چاہئے۔ خصوصاً جب ہم زیورات کی زکوٰۃ کے سلسلے میں دیگر امور کے مسائل پر نظر نہ رکھتے ہیں تو فیصلہ اور زیادہ ارجح نظر آتا ہے۔ زیورات میں بلا استثناء لازم زکوٰۃ صرف احاطہ کا سلسلہ ہے۔ شوافعی، مالکیہ اور حنابلہ متعدد مستحبات نکالتے ہیں خصوصاً شوافعی کا سلسلہ تو بہت ہی زیادہ اس بات کو اقرب الی الصواب مگان کرتا ہے کہ زیورات اور خورتوں کی زیب و زینت کی اشیاء میں زکوٰۃ کے پہلو سے بھری اور تو سعی بر تما جائی۔

گولے ٹھپتے چاندی کے مستقل زیور سے جدا گا اس سمجھت دینے کے لئے ہم فقہ حقیقی کے اس آئینی فیصلے سے بھی مدد ملتی ہے کہ مردوں کے لئے گولے ٹھپتے کے استعمال کا جواز عدم جواز اس چاندی یا سونے کے وزن پر تصریح نہیں جو اس میں پایا جاتا ہے، ملک مساحت پر ہے لیکن اس کی چڑی ای پر۔ اگر یہ صرف دو یا تین انگشت چڑی اسے جائز کریں گے اور یہ نہیں دیکھیں گے کہ اس میں چاندی کی مقدار اسی ہی چھپتی مردوں کے لئے جائز ہے یا اس سے زیادہ۔ یہاں تک کہ ملبوسات پر تعامل کی کسی بھی چیز پر غالص چاندی کے پرترے بھی استعمال کرنے جائیں تو مردوں کے لئے ان کے جواز اور عدم جواز کا اختصار وزن پر

ہے۔ (دھوہندا) سوال: عورتوں کے کپڑوں میں جو گوٹہ ٹھپتہ بنت وغیرہ کی ہوتی ہے ان پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

جواب: نہیں۔ لیکن کچھیں چیزیں من قبیل مرض ہیں اور عوض میں جب تک تجارت کی نیت نہ ہو زکوٰۃ واجب نہیں ہے، جیسا کہ بحر الرائق میں ہے۔

اس سوال و جواب میں اگرچہ یہ تصریح نہیں کہ گوٹہ ٹھپتہ دغیرہ صحیح ہے یا جھبٹا۔ لیکن قرآن میں کہتے ہے کہ سچکے کے باسے میں لفظ کوہے چاندی کے تاروں پر مستقل ہوتا ہے اور غاصن حالتوں میں سونے کے تار بھی اس میں شامل ہو سکتے ہیں۔

ہماری ناقص رائے میں گوٹہ ٹھپتہ اگر اتنی کثیر مقدار میں ہو کہ اس سے چاندی کا نصاب پورا ہو جاتا ہو تب تو اس کی یہ مقدار بمقدار اس لائق ہے کہ اسے مستقل حیثیت دیکر زکوٰۃ کا لزوم کر دیا جاتے۔ لیکن اگر اتنی مقدار میں نہیں ہے تو اس کی حیثیت نہیں اور چاندی کی نہیں بلکہ لباس کے جزئی ہے۔ آپ دیکھتے ہی ہیں کہ قرآن نے چاندی اور سونے پر زکوٰۃ لازم کرستے ہوئے ان کا نصاب نہیں بتایا بلکہ بہار اس بات کا فرمی تھا کہ چاندی اور سونے کی معمولی سے عمومی مقدار پر بھی زکوٰۃ لازم ہو جاتی چاہئے۔ لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ اللہ کے رسول نے ایک مقدار دو اضلع کی جس سے کم پر زکوٰۃ کا لزوم نہیں ہوتا۔ اس سے خاہر ہو اکثر ثبوت حکم اور حیثیت کی تعین میں مقدار بھی ایک خاص اہمیت رکھتی ہے۔ چوری کی سزا کا بھی یہی معاملہ ہے مجب کو معلوم ہے کہ کوئی صم کی چوریاں ہیں جن پر باعث کا مٹنے کی حد جاری نہیں ہوتی۔ حالانکہ قرآن نے المساق و المساقۃ والی آئیت میں کوئی استثناء نہیں کیا۔

ان حقائق پر قیاس کر کے ہم یہ رائے قائم کرتے ہیں کہ، ملبوسات میں بطور زینت مٹکے ہوئے گولے ٹھپتے میں چاندی اگر اتنی وافر ہے کہ نصاب کی مقدار پوری ہو جاتی ہے تب تو اسے مستقل چاندی کی حیثیت دیکر زکوٰۃ کا لزوم ہونا چاہیے، لیکن اگر کم مقدار میں ہے تو اس کی وہ مستقل حیثیت باقی ہیں ہیچ چوڑی یا ایک انگوٹھی کی ہوتی ہے۔ چاندی کی چڑی یا انگوٹھی

نقشہ لیں نہیں کرتے۔

چنان تکہ میں علم ہے مونے چاندی کا نصاب درہم و دینار پر محض ہے۔ اس پر غالباً سب بینتوں میں کہ چاندی کا نصاب دو سورہ درہم ہے اور سونے کا بین مثقال رمثقال کو اگر دینار کا مراد نہ اسی جائے بلکہ حنابلکی رائے کے مطابق دینار کو مثقال سے حصہ اور ارادیا جاتے تو نصاب ۲۵ دینار بتاتا ہے کماں فی الكتاب المذکور الفقة علی المذا اذهب الوربعہ

اب ظاہر ہے کہ نصاب کی تعین کا مدار اس پر ملکا کہ ایک درہم کتنے وزن کا ہوتا ہے اور ایک شفاف کتنے وزن کا۔ ایک علم کو معلوم ہے کہ دوسرے سالت اور درہم خلاف صدقہ میں عرب کے مرد جو درہم کا وزن لیکر انہیں تھا۔ اس کی وجہ سے متعدد معلومات میں صحیدگان اور حجتیں پیدا ہو جاتی تھیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب دیکھا تو اپنی خلافت کے زمانے میں اس دشواری کا حل یوں نکالا کہ مختلف افراد واسطے درہم لیکر ایک ساتھ لٹکوادیئے پھر اس دھمات سے تین مساوی وزن والے درہم بنوائے۔ یہ ہر درہم چودہ قیراط کا تھا۔ اب اسی درہم پر تمام صحابہ نے اتفاق نہ ریا اور تمام وہ امور دینہ جن میں درہم سے داسطر پڑتا تھا اسی درہم کو معیاری ان کو فیصل ہونے لگے۔

ظاہرات ہے کہ یہ چودہ قیراط کا درہم آج بھی اور آئندہ بھی ہم سب کیتے واجب القبول معیاری حقیقت رکھتا ہے۔ اب دیکھا جائے کہ ہمارے مردیہ افراد (رتی، امشہ، تولی) میں یہ چودہ قیراط کیا ہے ہیں تو معلوم ہے کہ ایک قیراط پانچ درہم کا ہوتا ہے اور ایک رتی چار درہم کی مانی جاتی ہے۔ چودہ قیراط اس لحاظ سے ساری مسٹریوں کے مطابق ہوتے اور ساری ہستہ و رتی کا مطلب ہوا داماشہ اور ڈرھم کی گونگہ ایک امشہ اٹھ رتی کا قیمت کیا گیا ہے۔

جب ایک معیاری درہم کا وزن دو ماشہ اور ڈرھم کی طرف ہو گیا تو دو سورہ درہم ۳۶ تو لے ساٹھ چار ماشہ کے ہو گے۔ کویا چاندی کا نصاب ساٹھ ہے باون تو لے ۳۶ تو لے ساٹھ چار ماشے تکلا۔

یہی حساب ایک اور طرح بھی بتاتا ہے۔ یوں کہ ایک شفاف کہ

ہنس ہو گا بلکہ صاحت پر پڑا گا
اس کے مسلم ہو کر جو چاندی بجائے خود زیر ہنس بنائی گئی بلکہ اسے کسی بآس کا جزو بنا لیا گیا ہے اس کی تھی حقیقت بینے وہ نہیں ہے جو زیورات یا خام سونا چاندی کی ہے۔ اس صورت میں یہ دعویٰ کرنے کے کم تاثری سطح پر دشواری ہو گا بلکہ طبقہ میں باشے جائے والے چاندی کے نار و نکار چاندی ہی کی حقیقت دیکھا اس تھوڑے سے سونے کے ساتھ ملایا جائے جو نصاب سے کم ہے اور ان کی مجموعی قیمت سے نصاب کی تھیں کی جائے۔

اتھی تفصیل میں ہم اس لئے لگے کہ مسئلہ ذرا پچیدہ ہے اور جیسا کہ سائل نے ظاہر کیا اہل علم حضرات کا خیال ہے کہ صورت مسٹری میں زکوہ لازم ہو جائے گی۔ فقہ میں جو نکل کیا اس اقطاب کا معاملہ بڑا ناٹرک ہے اس لئے مخفی سے خپٹی تھیں ملبوں کو بھی نظر میں رکھنا چاہیے ہو سکتا ہے ہمارے تفہیم نے تھوڑے کھانی ہے اور خیال نہ کروہ اہل علم ہی کا درست ہو، لیکن بہتر ہو گا اگر ہونا عروج صاحب "زندگی" میں اس مسئلہ کو منفع تر ہاں۔ یہ ہم بھی ہر حال میں تسلیم کر سکتے ہیں کہ احتیاط اسی میں ہے کہ صورت مسٹری میں زکوہ دادی جاتی رہے گر بحث احتیاط سے نہیں مٹھوس قانون سے ہے۔ زکوہ دن کا اہم ترین رکن ہے۔ اس کے بعض فاعلین پہلوؤں پر الگ تحقیق و تفہیم کی روشنی دالی جائے تو اس کا فائدہ عام بھی ہو گا اور دروازی بھی۔ ہم اسی لئے نصرت صورتہ مسٹری پر لفتگو کرنے کی گزارش کرتے ہیں، بلکہ ایک اور پہلو بھی پیش کرتے ہیں جو لائی توجہ ہے۔

وہ یہ کہ چاندی اور سونے کا نصاب عالم پر پڑا ہے باون تو لے چاندی اور ساٹھ ہے سات تو لے سونا مشہور ہو گیا ہے۔ بلکہ تھی بہت سالا گیا ہے۔ تو کیا واقعی بیشہ سے بالآخر ہے یا اس میں لفتگو کی تھی جائش ہے۔ ہمارا حسابی علم بہت کم ہے لیکن جب بحر الراوف اور بہاری خصیٰ و زندار کلتا ہوں پر نظر کرتے ہیں قوان کے مندرجات بھی نصاب شہورہ کی

خواں کے لئے تو یہ طرزِ عمل درست ہے کہ جو کچھ اہل علم پڑتے ہیں اس پر آنکھیں بند کر کے آمنا و صد فنا کہیں۔ لیکن خود اہل علم کے لئے یہ روش درست نہیں کبھی جا سکتی کہ کسی اہم ترین مشکل کے فیصلے کو صرف اس لئے قبول کر لیں کہ وہ فیصلہ کسی وجہ سے شہور در روح پر گیا ہے۔ فیصلہ ہم نے عرض کی وہ اگر غلط ہے یا اس میں کوئی جھوٹ ہے اور شہور رضاہ کے لئے تقریباً کچھ ضبوط دلائل موجود ہیں تو یہم درخواست کریں گے کہ انھیں سامنے لایا جائے۔ معاملہ کسی ایسے دینے کیلئے نہیں زر کوہ جیسے فرضیہ مقدمہ کا ہے۔ بہت حکن ہے کہ چھ تو لوگ سوتے یا نے تو لے چاندی پر زر کوہ فرض ہو جاتی ہو اور کتنے ہی مسلمان ایسے ہیں جو اس مقدمہ اور اس لئے نکوہ نہ نکالتے ہوں کہ انصاب پر شہورہ اس سے زائد ہے۔

تین ماشے اور ایک روز کے پرہیز میں کامیابی کیا گیا ہے اور فہرماں تلقان کہنے ہیں کہ جاندی کی نکوہ میں اس دریم کا اختبار ہے جو اگر دشمن ہو تو سات متعلقاً کی برابر ہو جائیں۔ اب حساب بھلپیتے سات متعلقاً کے ۲۱ ماشے اور سات روز کا مسلیم کیا گیا ہے۔ لہذا اس دریم کا معیاری وزن بھی بھی ہوا۔ جب بھی ہوا تو ایک دشمن دو ماشے اور دو ڈیڑھ روز کا نکلا۔

سونے کا صاحب بھی اسی طرح کی حسابی دیدہ ریزی سے نکلیئے تودہ نہیں مبتا جو شہور ہو گیا ہے۔ جب تصاویر میں متعلقاً ہے اذ ایک متعلقاً تین ماشے ایک روز کا مسلیم کر لیا گیا تو صحیح تیجہ ہے پہنچنے کے لئے اس سے زیادہ کیا کرنا ہو گا کہ تین ماشے ایک روز کو بھی سے ضرب دے لیں۔ اس ضرب کا تیجہ پائیج نولہ ڈھانی ماشہ نکلتا ہے تک سارے ہے سات تو۔

عین جبل خان۔ پڑھتے یہ حقیقت افروز کہانی ضرور پڑھئی
قیمت صرف ایک روپیہ
زبدۃ المناک (ملک دہلی) امام رضا کی مولانا شیخ احمد
کے موضوع ہے۔ کم سے کم اور دوسریں اُمُّ الکتاب بھی کی ریکتاب جو
کثیر اصحاب کے ساختہ اس کا جدید ایڈیشن چھپ کر لگاتا ہے۔
اس میں جو کئی قسم سوالات کتابوں کے جوابوں کے ساتھ تفصیل سے
ملیں گے۔ مسترد جامع اور شفیعی بخش قیمت محلہ آٹھ روپیے۔
سوانح خواجہ معین پاچی (معجم الشاخخ حضرت خواجہ
معین الدین حشمتی) کا نام نامی نہیں سنا۔ ان کے عالات مشاغل
انکار، مصالع اور اندازوں کا درج پروردہ تذکرہ۔

محلہ ساتھے چار روپیے
ام الکتاب (مولانا ابوالکلام ازاد) کی تفسیر سورہ فاتحہ
ابنی و سعیت ابطا اور جامعیت کے لحاظ
سے بے نظیر ہے۔ اسے ان کی تفسیر ترجمان القرآن سے الگ کر کے
کتابی شکل میں جھلبایا گیا ہے۔ ہر یہ مجلہ جاری رہے پہنچتے ہے۔
مکتبہ تجھی دیوبند (یو۔ پی)

عثمان لطیف اشتراکیت کے بے پناہ جبر و تشدید کے مابین
قلدت میں ملاؤں پر کیا گزری اور کیا گذری ہے۔ ایک کہانی
ایک تاریخ ایک تینی دستاویز۔ قیمت سوار روپیہ۔

چین کے مسلمان (کروڑوں مسلمان کیا ہوئے) ۹ انسیں
کیوں نرم کی آدم خود کی دستاویزی تذکرہ۔ صرف چار آنے
پڑھ چین سے فرار مطابق جنت میں ہیں مطری جنت
چہاں بیڑیوں، تاریاؤں، قلادوں اور شعلوں کے سوا کچھ نہیں۔
خوبی سے یہ جنت جس سے بھل گئے کے لئے لوگ اپنا جان و مال سب
پچھا دا پر گلادیتے ہیں۔ خیر آپ یہ کتاب پڑھئے۔

قیمت ڈیڑھ روپیہ
اوریانگزیہ (زراد یکھوں وہ کروڑوں خمسہ کر
انسانوں کی قطار جو معنی جدوجہد
کا بے تحاشا بوجھ پشت پر اٹھائے جانوروں کی طرح جلی جا رہی
ہے۔ ہر آن ان میں سے کتنے ہی بد نصیب تھک کر گئے ہیں در
دیور ڈیتے ہیں۔ یہ چین ہے۔ جبر و استبداد کا ایک وسیع د

بدعہ کے رد اور توحیہ سند کے اثاثیں یک عظیم کتاب پدھرت کہا ہے؟

**مشہور محقق ڈاکٹر حبیب اللہ کی معرکہ الارامنیف جو اپنے
موضوع پر لکھا بھی گئی ہے۔ نیا ایڈیشن اس فید کا غذہ، عمدہ
جماعت و کتابت اور نظریہ والیں میں کیسا ساخت شائع ہوا ہے۔
جلد بریکنیں دستیں کرو۔ قیمت تین روپیے۔**

غذۃ الطالبین ممع فتوح الغیب

(اسر دو عربی)

شیخ المشائخ حضرت عبد القادر حنفیؒ کی شہرو آفاق
افادات عالیہ دو صخیم جلدیں ہیں کمل۔ جو بیان روپیے۔

القاموس الجدید [المکتب فتح الشان اردو عربی مکشوف]

کے ملادہ اس میں ضریب الامثال، محاورات اور زبان کی تغیرات
کا الحاطر رکھا گیا ہے۔ ضریبی مقامات پر تصاویر کے ذریعہ ہم کو واضح
کیا گیا ہے۔ مقید، بیش قیمت اور خلیل القدر۔ جلد سات روپیے۔

حسن لفظین [ایک جاذبی عالم کے ایمان افروز بیان میں] فرمودات کی تجھیں بیسیں و مکفیل اور میں۔ اسلامی افراد و عقائد کی دلپذیر حکما نہ ہیں و تشريح۔ قیمت مجلد سوار روپیے۔

تبییں لمبیں [علام ابن یوزیؓ کی شہرو آفاق کتاب اردو د
بلاس میں مسلمانوں کے ہر طبقہ اور جماعت کی کمزوریوں اور یہ
اعتدالیوں کی تذانی ہی۔ مذاہب کی تاریخ اور مگراہ فرقوں کی عقائد
کا بیان۔ قیمت مجلد دو روپیے۔

بلغ لمبیں [حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی ایک بیش بیان کا کتاب کا اردو ترجمہ۔ جو بعت کے رد اسنت کے اثاثات اور عقائد صحیح کی توجیح میں نہایت اعلیٰ ہے۔ قیمت مجلد چار روپیے۔

محمد بنوی کے میدان جنگ [بدرو احمد اور دیر رسالت
کی دو سری جنگوں کے نامنف تلقیانے حالات، بلکہ فواظ اور
نقش بھی۔ اس کے مؤلف شہرو استاذ قانون ڈاکٹر محمد حسین اللہ
ہیں۔ قیمت ڈیڑھ روپیے۔

آپ کا بیس سالہ پرانا خادم ایک تول

پا بخڑو پے

تین شیشان یکسا تھمنگانیوں کو ڈاک خرچ
محصول ڈاک معاف

چھ ما شہ
تین روپیے

دار القیض رحمانی۔ دیوبند روپیے

دریجہ

آنکھوں کی فر در
اجھی سے کجھیے
تاکہ بڑھا پے تک
بینائی قائم رہے

لہیختہ مسلمین نئے پیسے بھی گرفت۔ حج بیت اللہ نئے پیسے بھی گرفت۔ پتھری
اللہ الجاہد انہی معرفت ڈاکٹر محمد احسان
اوچھیانی۔ ضلع بدالوں دیوبند روپیے

فتنۃ الفکار حدیث کا مظہر وینظر مکھنین حدیث کے رد
میں، ایک سیمبووہ، مولیٰ اور رچپ کتاب، ان کے ہر اشتباہ کا جواب ان کے افکار کی
یوست کرنے کی حقیقت اور ان کے موقف کی غوریت کا اشتات پڑھتے
اور نشیں نقد، مکمل سرحدہ سائز ہے تیرہ روپے۔

از:- مولانا مناظر احسن گیلانی
اسلامی معاشیات اسلامی علوم کی قبرست میں ایک
جدید فن کا اضافہ۔ اسلام کے معاشری نظام کا ایک تحقیقی مرغی، ایک
زین کے مسلمانوں کے قلوب کی پرکار کا بوقت جواب - مولانا
گیلانی کا جتہرہ رکار نامہ۔ قرآنی آیتوں اور نبی حمدیوں کے
ایسے نئے تشریکی یہ ہلو جو اس کتاب میں پہلی دفعہ نہیں لئے گئے ہیں
قیمت مجلہ بارہ روپے

فقہ الاسلام اسلامی اصول و قویں پر ایک علمیہ فی تصنیف
جس کا ملیں اور تو رجہ نہایت سلیمانی سے
چھپا گیا ہے۔ یہ کتب سات ابواب پر مشتمل ہے جن میں اس کا ایک
معلومات تفیدہ سے بہرہ ہے۔ مجلہ بارہ روپے۔

تفہیم سورہ والیں از:- مولانا ابوالکلام آزاد
ہدیہ چھائی

اردو فارسی دیکشنری کے لئے ایک منحصر بیکن
اردو سے فارسی بنائے

اہم مفہید کھنزیری - قیمت بارہ آنے -
دھوکت حق شعر کی زبان میں اس تاریخی حقیقت کی سرگردانی
مرحل و منازل سے بکرگردی - قیمت چار روپے۔

ضبط ولاوت مولیٰ فرمودات۔ پروفسر خورشید احمد کے
فکر اگر اور استاد ایری مقامے کے ساقہ۔ مجدد یونیورسٹی -
باندیوں کا مسلم مغلی تقدیر جس سے اسٹریوو
کے مقدار گوئے ابھر کر سامنے آتے ہیں۔ قیمت دیڑھ روپیہ۔

مکتبہ تجلی دیوبند

سفر نامہ ابن بطوطہ شہرو مسلمان سیاح ابن بطوطہ
سفر نامہ کا لفظ ترجمہ سے فرنامہ کا لفظ ترجمہ۔

جناب دیوبندی احمد جعفری سے تالمیز میں
سفر نامہ ابن بطوطہ کی چند خصوصیات
(۱) دیوبندی کوئی ترقی یافتہ زبان ایسی نہیں جس میں اس کتاب کا
ترجمہ نہ ہوا اور (۲) مشرق اور ایشیا کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جیسا
اس میں پھلے سیاحت کے قدم شپور پنج ہوں (۳) مسزین مغرب کے
بعض مقامات کی بھی این بطوطہ سیاحت کی (۴) اور اپنے
سماں اساتذہ و مشاہدات سفر پوری تھی اسی۔ یہ باکی اور جگات کے
ساتھ قلم بند کر دیے۔ قیمت مجلہ پندرہ روپے۔

حافظ ابو محمد رام الدین کی مفہیم اصنیف

ان کے طالعہ کے روح ایمان تازہ ہوئی کہ

چھپے رسول کی کچی قسم - - - - -
حضرت خوبی شہری - - - - -
حضرت فاطمہ بنت ابی - - - - -
خاصاً بیتلکی نماز - - - - -
نماز کے فضائل - - - - -
خاصاً بخارا کا خوفنگ خرت - - - - -
ان چھکت بیوں کی بھائی قیمت - - - - -
مذکورہ مجدد الف ثانی حضرت مجدد نے کئی حالات
میں کس جیرت تاک پر مردی سے
کس نوع کا کارناٹ تجوید ایسی مدد دیا۔ اس بات سے میں نہایت ہش
اور بلند پایہ کتاب۔ بہت دل چسپہ اور دل نشیں۔

قیمت مجلہ چار روپے

فارابی تالیف:- حیات محمود (مسسری)

معلم ثانی۔ حکیم ابو نصر فارابی کے فضل و کمال تھیں
حالات و سوانح۔ علی مقام اور تجوید فاسد و منطقی فضل
او راستہ حالات۔

قیمت ایک روپیہ بارہ آنے

متقل عزان

لَا اَبْنُ الْعَذَّةِ مُكْفَرٌ

مسجدِ سیدِ مسیح از مقام

دیوبند کا آل انڈیا مشاعرہ

درجہ سے خود ری صولم ہوتا ہے۔

”دیگر وجہ“ کے الفاظ اداکرتے ہوتے ان کی آنکھوں میں ایک خاص قسم کی جگہ پیدا ہو گئی تھی جس میں کچھ خواب سے براستے نظر آ رہے تھے۔ وہ شرمندی سے انداز ہیں مکار کی بھی نظر ہو گیا کسی خاص نکتے لی طرف اشارہ کیا گئے ہوں۔

”دیگر وجہ۔ یہ آپ کی کیا مراد ہے؟“ میں نے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھا۔ ان کی مکاری سے اب ذرا انگریزی۔

شکر تسلیج ہیں لوٹے۔

”ایم انتھ احمد بھی نہیں پوکر دیگر وجہ کا مطلب نہ صحی سکو۔ ایمان سے کوہ کیانی شاعرہ شیتم اثادی نے سماں نہیں باندھ دیا تھا؟“

”میری ریڑھ کی ٹھیکیں لہری دوڑی۔“

”آہ۔۔ قوی بات ہے۔۔ مگر من صاحب آپ کی اور ساٹھ سے کم تو نہیں ہو گی۔“

”لا جوں دل لا قو۔۔ تم لغیز گئی سے باز نہیں آ سکتے۔“

”کچھ بھی کہیے تمل۔۔ مجھے غصہ شیتم صاحب کی عمر میں بائیس سے زیادہ نظر نہیں آئی۔“

”لماں تو میں کوئی نہیں۔۔ نکاح ہیچ رہا ہوں“ دھنپل رکھ لے

”تم لتنے دونوں میں صوفیوں کی صحبت اٹھا رہے ہو پھر بھی تھا ری جمالی سائیں مُردہ کی مردہ ہے۔۔ احمدناہ کبھی غالب کو پڑھ لے۔۔“

” غالب پر تو میں مند ہوں آپ معاہدیں غفرانی کیئے۔۔“

صوفی بدر الدینی والی داستان تقریباً اکمل ہی بڑھی تھی
کوششیت ایزدی سے بھر گاڑی مزک اگئی۔۔ بقول شفیع مجع کا
سہماں وقت تھا درجیں جیسا ہی تھیں کہ شیخ اصرار حسین نے
سوال کیا۔۔

”کیوں ملاب کی غہواری خرافات کس موضع پر
آ رہی ہیں؟“

”خدا آپ پر محروم کرے۔۔ جب ناجائز کے قربارے اپکو
خرافات نظر آتے ہیں تو ہر اٹ پڑھنے ہی کی رحمت کیوں گوازا
فرمائی جاتی ہے۔۔“

”آدمی زندگی میں بھی بے ضرور کام کر رہا ہے، ایک
بھی سی۔۔ غیر متعلق باتیں مت کرہ تباہی کیا اب کی مشاعرے
پر کچھ لکھ دے ہو؟“

”کیوں؟“ میں نے اتفاقیں ٹھوکر اور سوال کیا۔۔ ان کے
اب دلچسپی سے یہ اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ نرالش کر رہے ہیں
ہیں یا منع کرنا چاہتے ہیں۔۔

”تم بھی برخوردار کنیوں کے میڈک ہی ہو۔۔ اماں اپنے
دیوبندیں اتنا شاندار آل انڈیا مشاعرہ پوکیا اور تم اکھیر
نکال کے پوچھ رہے ہو کیوں؟“

”ادہ۔۔ غالباً اس۔۔ لیے بھی لکھنا خود ری ہے
کہ اس میں آپ کی غزل بہت کامیاب رہی تھی۔۔“

”غیر یہ بات تو نہیں۔۔ مگر مشاعرے پر لکھنا کیا۔۔“

کرنا شکل ہو گدھے۔ کیا جمال کوتی مرد اپنی بیوی کے سوا کسی بورت کی طرف نظر بھر کر دیکھ بھی لے۔ اچھا تھا صاحب ہم الگ ہادے چلیں تو کیا آپ شستم کی بیٹی کہہ کر فا طلب کر سکیں گے؟ ”
”بیٹی بیوی دہ محاری۔“ وہ ترے بولے مگر فوراً ہی جیسے اپنی غلطی خسوس کر لی ہو۔ حق کے بل غڑائے۔ ”کیا مطلب؟“

”مطلوب آپ سمجھو چکے ہیں۔“ سمجھے ہوں تو کوئی روان
نادل پڑھیں تلم دیکھی۔“

ان کے چہرے کی فلسفیانہ پورست شکنگی میں بدل گئی۔ میر رخسار پر۔ جی ہاں دلطمی ولے رخسار پر طریقی محبت سے لے لکا سا چھپت چھاڑتے ہوئے بولے۔

”یاد بھرے مکار ہو تم۔ خیر حکم حکم چھوڑ۔ اب کی اگر مشاعرے مرنہ لکھا تو سر تو رو دوں گا۔“
”بہت شکل ہے۔“ میں نے طویں سالیں لیکر کہا مشاعرے کی رو داد لکھی تو نظاہر ہے کہ تم صاحبہ کے ذکر پر تلم دوچار قلا باز یاں ضرور کھلتے گا۔ آپ جانتے ہی ہیں میں ایک عدو بیوی کا شوہر بھی ہوں۔“

”چھر؟“
”آپ صرف سروڑ سکتے ہیں گرئی قسم کی بیویاں دل اور جگرناک کھاچا جاتی ہیں۔“

”گھر ہم نے تو سا بے تھماری الپر دیا تو سی بیوی نہیں ہیں تم نے ہی تو لکھا تھا کہ ایک بار وہ لگنگا جناں کم دیکھنے پڑھا تھا۔“
”جی ہاں وہ خاصی ماڈرین ہیں گر منطقی بھی ہیں۔ انکا خلیل ہے کہ عورت صرف جوں ہو سکتی ہے یا ناجم۔“

”یہ تو طریقہ تنگ نیاں ہے۔“
”کیا کیا جائے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ سا سے فتوں لطیفہ سارے جمالیاتی لکھنے صرف ایک ہی سادہ سی حقیقت کے گرد گھوم رہے ہیں۔ جنس!“

”مٹاؤ بات کو طوں نہ دو۔ اگر اب کی مشاعرے پر نہ نہیں لکھا تو یا طریقہ گھٹ۔“
ان کے چہرے پر یکاک ادا سی چھاٹنی۔ ادا زیریں خدا

میں چکرا سا گیا تھا، ایک نکل موضع کام سے ان کے سوال کا جوڑ بھی میں نہیں آیا تھا۔

”بہت طرا۔ مگر پسے کچھ کم۔“
”چاندا کھاڑے۔“ اماں وہ یاد نہیں غالباً کیا لکھ گئے ہیں۔

”گھر ہاٹھوں میں جیش نہیں آکھو غصیں تو دم ہے رہنے دد ابھی ساخوں میتا مرے آگے“

”اوہ... میں آپ کو اتنا زندہ دل نہیں کھتنا تھا۔ چھر تو اُمادہ کچھ دُور نہیں ہے مجھے بھی سرو زینٹ کی حیثیت سے لے چلنا بڑا عرب ٹرے گا۔“

”تھر زر کردا“ وہ خنک ہیجے میں بولے پھر یکاک ان کا چہرہ طرا میختہدا اور ہمیں لپیٹھا نہ ہو گیا۔ ”حورت۔“ تھی ہر ہی مظلوم حورت حدود کی خلایی کے بعد آزادی و مساوات کی گھنی فضائیں قدم رکھ رہی ہے۔ سہم اگر بالکل ہی جانو نہیں ہیں تو ہمارا فرض ہے کہ اسے ہاتھوں ہاتھ لئیں، اس کی بہت بڑھائیں، اس کی دلداری کریں۔۔۔؟“

”باب دے۔ اب آپ اخلاقیات پر بولو کریں گے۔“
— میں تو شیخ صاحب نو بھی مغرب کی مکمل بیرونی کے کتنی میں لیے کیا اور حاتیراً ادھار پر شتم صواری نے میک اپ توڑا خاندرا کی اچھا گرائپ جانتے ہی ہیں ماہی گری میں زیادہ شاستہ لکھیاں ہکا پھلکا اسکرپٹ پس کر لیں ہیں۔“

”تھمارا بھیجا مرٹل گیا ہے۔ جسیں مغربی تہذیب کے ساتھ ساتھ مشرق قدریوں کا بھی لحاظ رکھنا ہے۔“

”پھر تو یہ شتم صاحبہ کو آپ کی طرف سے لکھ بھوں گا کہ مشاعرے میں بر قعد ہیں کر غزال ٹھر عالیں۔“

”یہ طلب نہیں ہے۔ بر قعد تو ایک جاہل نہ رسم سے ہے۔ یہ رسم مرد کی خودداری اور دیانت کے لئے ایک صلح کا درجہ رفتی ہے۔ تم جس چیز کو پر دوں میں چھپا دے گے دوسروں میں اسے پالنے کی خریک خود دیتا ہو گی۔“

”زندہ باد“ میں نے نزہہ لگایا۔ ”غالباً بھی وجہ ہے کہ جن مالاک میں پر دہ نہیں ہے وہاں آدمی اور فرشتے میں نہیں

یر خالکھوپڑی میں زبانے کیاں سے آگدا کہ مشاعرہ جب ختنہ کی تقریب میں ہے تو شاعر میں بھی اس کی رعایت ضرور ہوئی جائیتی ہے جیسے یوم آزادی کے مشاعرے میں آزادی کی ہوتی ہے اگر اس پر گیا تو صرف مشاعرہ کرنے والے بزرگ کی بھیں ہیں جائیں گی بلکہ تمام شعراء و سامعین بھی اس حقیقت کو تسلیم کرنے پر غصہ پر ہو جائیں گے کہ:-

ستاروں سے آنے چاہا اور بھی ہیں

مگر نیجوں پر اندنک نکلا۔ نصف درجن پانیاں جائے کی پڑھا کر اور اتنے ہی پیکٹ گریٹ کے چونکہ کھانے کی داشت سوزی کا ہاں میں ایسے ہی چند اشعار تھے جنہیں اگر قلطی سے شاعرے میں پڑھ دیا جاتا تو بعد نہیں کہ تعلیق فرم کے سامعین ملا کی گئی تو رُکھ کر ہاتھ میں خلا دیتے۔

ویسے بھی مشاعرہ ایک بڑے سرکاری شریمان کی صدارت میں تھا۔ گردن ہی تک بات نہ رہتی، ہر سکتا تھا مال جاند اور بھی تھی شاستری ضبط ہو جلتے۔ مال دجاند اور جو یہی تھی فرق کا بیوی پوچھ کے سو اکیا ہو سکتا۔

باب سے۔ میں کانپ گیا اور کھوپڑی کو جلدی جلدی زور زور حفظ کی دیتے تاکہ نازل شدہ اشعار ایک دوسرے سے لگ کر اپنی پاش ہو جائیں۔

دوسرے ردی یہ سوچ کر بغل کی طرف نکلا کہ موضوع پر سخت۔ موہنوج کے حکمریں رہا تو ایک بھی شعرِ ٹھنگ کا نہ بن سکتا گا۔ فصل ایک دوسری۔ میں کسی اسارتِ حسینہ کی طرح جصل میں دکھارنا تھا۔ ان پر سبق کی ریکنیاں اس طرح بکھری ہیں تھیں کہ بے اختیار ایک نظم اہم کی طرح نازل ہوئی شروع ہو گئی۔

میری بھیب، مری جانِ تمت اغذرا

آجیں۔ دور بہت دور۔ اخ کے اُسٹر

رقص کرئے شوئے لگاتے ہجتے، اٹھاتے ہجتے

نئی شوق بہ لب اسازِ تمتا بد کنار

عشن اور حسن کو دنیا نہیں ملنے دیتی

آدمِ بھاگ جیں۔ بند نہیں راہ فرار

اگلیا۔ میں تھا اب رو دی رے۔ وہ اسی فلم کے آدمی ہیں جو میں تو لوڈ میں ماشر۔

”اچھا قبلہ لکھنے والوں کا۔ لیکن کیا کچھ تشریف اکٹھی ہے؟“

”نہیں۔ بس دُد باتوں کا لحاظ رکھنا۔ اول تو کچھ سے

دلداری مشاعرہ کرانے والے صاحب کی بھی ہو جلتے کیا خبر اسی سے خوش ہو گریو، آئندہ بھی مشاعرہ کرادیں۔ دوسرے منشیتم کو ذرا اشتراحت کے ساتھ سراہ دینا۔ دل بست آور کو حی اکبری سرت“

صرہ پڑھتے ہیں میں کی آواز میں بڑی صوفیت آگئی تھی۔

”شرافت سے کیا مطلب ہے آپ کا؟“ میں نے پوچھا۔

”شرافت کا مطلب شرافت یعنی جہالت پر مستائز اے؟“

”اب میں جہالت کا بھی مطلب پرچھوں گا۔“

”خمار اسر۔ جاؤ بیں لکھوں چل رہا ہوں۔“

تو جاپ چونکہ شیخ اصر احمدی میرے ہمایہ ہیں اور ہمیکے کے حقوق پر تھیں وعظ پر وعظ اچھا آرہا ہے اس لئے ایسے ہمایے کی دلداری نہایت ضروری ہے جو سرفروڑنے کی دھمکی دیتے دیتے رد بھی سکتا ہے۔

رسے پہلے یہیں لینا ضروری ہے کہ یہم جوں ۲۰۰۰ کا آل انڈرام مشاعرہ اس اعتبار سے آل ورد فلم کی نوعیت رکھتا ہے کہ وہ ”ختنہ“ کی تقریب میں متعدد ہوا تھا۔

غلط نہ کیجیے۔ ختنہ کا تعلق شعراء و سامعین سے نہیں ہے ان بلکہ اقبال صاحب زادے سے ہے جو ایک صاحب ثبوت ہے لئے محمد حسین قریضی صاحب کے گھر میں سونے کا چیخ نہد میں لئے پیدا ہوتے تھے۔ تاریخ گواہ ہے کہ ختنہ کی تقریب میں کسی باذرماں نہ کو مشاعرہ کرانے کی ترقی نہیں ہوئی اس لحاظ سے

اس مشاعرہ کو ”تاریخی“ بھی کہا جا سکتا ہے۔

مجھ پر اس سلسلہ میں بڑی تیاری مذکوری۔ ظاہر ہے مشاعرے میں پھر نہ کھوپڑھنا میرا بھی وطنی فرض تھا۔ بڑے جوش و خروش سے تازہ غزل کی تیاری متروع کی تو اچانک

جنگ میں بھی رکھتا ہے۔ جنگ بھی،
کم سبھی عقليٰ میرتے مگر موڑ کار
میں نے اُنگ بولا ہو کر اپنی کھوپڑی پر رو دچار گھوٹے
رسد کئے۔ ایسی بورڈ وائی زہبیت کی جھوپڑی کو فحص جیسا کلر کی
سلیخ کا مانش تھیں لیکن کہاں سے میں کہ سکتا ہے۔ پڑا کے ایک تیر
جھوٹکے کے رام تھریدیلہ یونی آواز چھپ آئی۔

پی پی شبول بیریا پی پی شبول
بھی بھی نہیں پورا لٹھا کی بی پی بھی چڑی نے کلتے
ہو رہی ہے۔ ادھر قدر اکے شکن الفاظ ٹھیجے میں ٹھوٹگیں سی
مارے ہے تھے طبیعت چورنگ ہو کر رہ گئی تھیں کے دامن سے
اسکھ کا سینہ پوچھتے ہوئے ہیرے مخ سے نکلا۔

ان یہ تو ہیں یہ لٹھیک یہ کوئی اسلامی
ہاتے یہ کم ظری وائے یہ گھٹی انکار
مس فریدہ کا بڑا بھائی وہ موٹا نہیں سوس
پیٹ پر جس کے بنالے ہے کسی ہاتھی کا سزار
کر دیا خود کو اگر اس کے حوالے تم نے
چھسرو تھجھو کر تھسرا بھی ہوا بیڑا پار
بوٹاں نوجوگی، جھٹلاؤگی، پچھتاوگی

تم اکیلی ہی افی پا رچھلی جساوگی
پکھوڑنا بعد میں نے تالا کے پانی سے مخدود ہو یا تو جاں
پکھوڑنا زانہ ہوتے یہ لظیم بر لعنت بھیکوں نے غزل کی طرف توہہ
دی۔ اب ذہن کی فضایاں کی حیثیں آنچل ہے ارہے تھے۔ ایک
خالص شرمنی جھوپڑہ کا تصویر جو ہمیں کھلے ہے تھے لغیر خالی پیمان دغا
کے سہارے جیتی ہے۔ غراءے اور شکار کے کئی زاویتے بننے اور
بگھٹے۔ پھر تصویر نے ساری اور بلا ور پر جھبت کی۔ لیکن ایک
نازک بدن حسینہ کے فرقی کیمیں پر درازی سی طرز کا اسکریٹ نظر ایسا
گویا غزال کی ساری سرشاریت زنگ بدل بدل کر پھووار کی طرح
میری ششیں کھوپڑی پر ہریں رہی ہیں اور میں مغربل بدل کر فلکت
بھروسیں ایک ایک شرکہ تھا جا رہا تھا تاکہ دیکھوں کو نے طریقیں یاد
بہتر پڑھ سکوں گا۔

مگر جب غروب آفتاب کے بعد گھر کی طرف لوٹا تو یہ لکھت

، فعتادِ ماخ کے کسی دُور افتادہ گوشے سے ہمیں ہی آدا رہی
پر شاید عذر را بولی تھی۔ اس کا پنج بڑا سپاٹ تھا۔ بالکل غیر شائع وہ
ہے گی۔

میا کہا بھاگ چیں؟۔ ٹھیک کہا، بھاگ چلو
ہاں گھر کو نشاٹاؤں ہے افٹ کے اس پار؟
بھی؟ دار جنگ؟ ٹوکری؟ پرس؟ لندن؟
نام بتانا تو کہ آئے دل مغضطسہ کو قدر ار
چند زیور تو مرے پاس ہیں۔ مل آؤں گی
تم گر نفتہ ہیتا کرد د چار ہزار
میرا موڑ اکدم بگوگیا۔ ہمچو دھارہ را!۔ مجھے بھی
بھگی نے محمد صیف قریشی کو جھانے ہے۔

اسنے میں کہیں دوستے ریڑی پکی آدا رہی۔
پاپی سہما رے پی پی شبول بھری پی پی شبول
ستیا نام۔ سہما پی نہیں یوں گا تو کیا ٹھیکوں دھیوں
کھے گا۔ اب میں سریٹ دوڑا چلا گیا۔ جب آدا کے رنج
سے سکل گیا تو ہمیں پھر نظم کی طرف مائل ہوا۔ عذر اکی لغو گوئی
کا جواب تو دینا ہی تھا۔

جان من تم نے یہ کیا کہدیا۔ لا جوں دلا
غشت کے بن و نکود ولت سے جھلا کیا مرنگا
میں تھیں چاند ستاروں کے خزانے دوں گا
تم کو پہناؤں گا رنگیں تھناؤں کے ہار
سا نکڑ زیور کے زیر نقد بھی تم ہی لے آؤ
میں بھی لیلوں گا کسی دوستے دس بیڑ دھا
معاً ایک چھنکے دار تھوہہ بلند ہوا۔ میں نے جو نک کر
ادھر ادھر دیکھا۔ کہیں کوئی نہیں تھا۔ ظاہر ہے سر تو عذر را کی
ہٹھی تھی جو دیر تر۔ ہدایتے باز گھشت کی طرح میری کھوپڑی کی
دیواروں سے مٹا رہی رہی۔ پھر وہ بڑے جلد بھٹھے بیجے میں بوی۔
تم لفٹنگ ہو۔ چلو یوں نہ ہمیں بور کر د
کار میت کھاؤ۔ ہٹوئے ٹھے عاشق زار
اس فریدہ کا بڑا بھائی وہ عبد الاستار
آج میں بھی کہم سے تو کہیں ہمتر ہے

لطفی اشارت سے آپ انکار نہیں کر سکتے۔ اگر نشور و احدی صادر کے اسوہ حسن کی تقلید میں خاکسار بھی اس شعر سے قبول نہیں پڑے عرض کر دیتا کہ حضرات پرشاعر غوثاً تو آپ جانتے ہی ہیں کہ بتقیریں ختنہ ہو رہے ہیں۔ امکن شعروض کرتا ہوں اس کے قابی کو اسی پس منظر میں ملاحظہ فرمائیے گا تو لگھ سے گدھ صارع بھی لطف اٹھائے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔

الحال اپنی کارگزاری پر آپ ہی آپ طرازِ خبر محسوس ہوا پرشاعر اگلے روز تھا۔ صورت یہ نہیں ہیں آئی کہ مختلف زمیون کے ہر شعر میں ایک ایک شعر پڑھا کر قطعے تباہ کیوں گا۔ مشاعروں میں قطعے خاصی دار ہے جعلتہ ہیں۔

مگر قدرامت اعمال کو کون روک سکتا ہے مشاعرے داسے دن میں دو پر میں ہر قصیں احمد تشریف لائے۔ وہ ائمہ سخاں پتکر میں کوئی روز دینے اشیع کا پاس مصلح کر دیں۔ ایسی حالت میں ٹھنڈن بانی بھی ضروری بھی۔ چنانچہ پڑے صاحبِ ذوق بن کر کہنے لگے:-

”اوے بھتی مٹایے تو ملا صاحب آپے کیا لکھا ہے؟
میں بیتاب تھاہی۔ درچار یہ سلسل بھی ہو جائے گی۔
بس بھر تو ابی القبور حماکہ کو مشاعرے ہم رہا ہے۔ امک سامنے ہے۔ آنکھیں بن کر کے شروع ہو گیا اور اشعار کے ساتھ ہم پریدی فقرے بھی دہرا چاہا گا۔

اب یہ کس سخنے کو خبر تھی کہ گھر میں ملک الموت بھی نازل ہو چکا ہے۔ یعنی وہی ہمارے سامنے دام ظلمہ۔ جب میر صادر ہے منیں داد پڑ کر میں گھر میں آیا تو سن پردن میں شناہماں مکمل گیا۔ شرخی سامنے ہی جلوہ افروز ٹھکے اور خونخوار نظرؤں سے ہیری ہی سمٹ ھوڑ رہے تھے۔ ان کی بہن کا چہرہ بھی اقلیدیں کے دلکش نہ زاویتی کی خبر دے رہا تھا۔ ”ادھر آؤ۔“ مجھے ھٹکنا دیکھ کر انھوں نے سڑے ہوئے ہجھے میں کہا۔

میں نہیں بھر کے قدموں سے چلتا قرب پہنچا تو نہایت خشک انداز میں بولے:-
”تو یہ شہزادہ بن پھیلاؤ گے تم مشاعرے ہیں۔“

یہ عجیب و غریب بات محسوس کی کہہ شعروں کی نیکی انداز سے موجودہ عکس کی طرف لطف میں اشارہ ہو گیا۔ چہ طبیعت بھروسک اٹھی۔ آپ جانتے ہیں کہ اشعار میں کسی سخم کی صفت رکھنا استادی کا ثبوت سمجھا گا ہے۔ ایک استھنے طبے مشاعرے میں اگر ملا این العرب کی استادان یا اجاتے تو اسی تجھے کہ جانا چاہید کے تو عمل سے اسے بھی ”پرم و بھوش“ جیسا کوئی خطاب ہاتھ لگ جائے۔

ذرا آپ بھی بطور نمونہ چند اشعار میں اظہر فرمائیں:-
خطر بھیجا نہ آپ خود آئے
اب کسی اور کو تلاش کریں
”خط“ بے تک طے تے ہے گرمشاعروں میں قرات نہیں چلتی ہے۔ تجوید کا استعمال نہ ہوتا ”خطر“ اور ”فتنہ“ کی صوری یہ کائنات میں کافر کو تکب ہو سکتے ہیں۔
یا مشلاً:-

جو لیتے ہیں تو سبم اللہ کہہ کر حامی لیتے ہیں
کسی عالم میں بھی اپنی سلامتی نہیں جاتی
اگر امک پر عرض کر دیا گیا کہ حضرات ذ اقانیم خود نظر ہے
تو کیا پھر بھی کسی شرخ کی حاجت رہ جاتی ہے۔
یا مشلاً:-

وہ ذخم لگاتے ہیں، ہم جنم مناتے ہیں
ہنہیں پس کے لپڑ دیا اعتماد کی منت ہے
اس کے بارے میں یہ کہنا مکمل ہے کہ شاید جذاب صدر
لختو نظر ہو سکتے۔ مگر اس نظرے کا ازالہ بھی اسی طرح رکایا۔
ذوقی سی تھبید کے ذریعہ ہو سکتا تھا جس طرح نشور و احدی صاحب
نے اپنے اکثر اشعار کو فنکار اندھہ تھبیدوں کے ذریعہ مکمل خطرات
سے بچایا تھا۔
یا مشلاً:-

ہمک رہی ہیں وہ زلفیں کچھ اس طرح ملتے
کو لوگ نا ف مشکل فتن کو بھول گئے
فتن۔ بر وزن چندے دلک خندے کے خاندان میں
ہے مگر جیسے چھوٹے میں کوچھن کہہ دیتے ہیں اسی طرح فتن کی

پڑھلینے کے بعد جب دہاں پہنچا ہوں تو درست تأسیف ملنا اڑا کر کیوں نہیں نے بھی مغربی میں جمع میں الصلوٰت کی مرتبی خارج ہوئے پر عمل کیا پھر عشاء کو اگلے دن کے لئے اخخار کھاتا ہے مصادر کے آس پاس جگہ پر پوچلی تھی اور محترم ششم امدادی ایسی گھری ہوئی بیٹھی تھیں کہ ان کا پروں سے بھی مجھے نصیب نہیں ہو سکتا تھا۔

دوسرا سے نظر شری تو طبعت اور بھی نہیں ہو گئی۔ اگر اپنے بھی نظر کر لائیں میں بھرپور طبعت رکھتا ہو گا تو آپ ضرور میرے اس سماں کی تائید کریں گے کہ ایک اپ کی ہدایتی ادا کار ائمہ اور اداکار تیز لامبیں نہیں سے ایسے ہی لئے ہیں جیسے وہ کسی دوسری نہیں کی خلائق ہوں۔ مجھے بھی جسوس پر رکھا کرئی اپر اپنے باذی کاڑ سیست کوہ قاف سے خاکدار دیوبندیں اُترائی ہے۔ سفید

بران بہاس۔ روشن جھوہ بال طریقہ رکھ رکھ رکھا سے بنے ہوئے۔

آنکھوں پر شری۔ گیشٹے کا ذیم شہری نہیں تھا۔ مجھے ایسا تھا جسے پروفسر نیاں لگاتی ہیں۔ مجھے بد اختیار جگہ علیہ الرحمۃ یاد آئے۔ ان کے دو آخري کی خربوں عین حسن و رعنائی کے ساتھ تو وقار دستانت جلوہ گر ہے جس شری کی خاتمی دیگر رہا تھا۔ کھدروں کی تعلیم تو سچ مجھے میری اونچی کھوٹپری میں ہی خال سماں اور اکھی جس سے نے عالم بالا سے اپنی خربلہ بھی ہے۔ مگر ہمروں شاپین کا ریا آیا تو ایک ڈاڑھی دائی نیک بخت کا صاف تتفاقن سر مری کلپتی

تھے مگر ایا اور تصویرات کے باغ میں بت جھپٹسی ہوتی چلی گئی۔ کسی صاحب کا گھٹٹا بھی کو کھیں رسید ہوا تھا۔ مگر فائدہ ان آفات کا یہ تکالک میں نے کسی ڈوبنے والے کی طرح با تھیر جو میں تو اگلے ہی لمحے تقریباً دو گز آجھے پہنچ چکا تھا۔

اب تھم صاحب کے خدوخال اتنے واضح نظر اور ہے تھا کہ کسی پر اسرار آفاقتی تصویر کی گنجائش باقی نہیں رہ گئی تھی۔ دلیل بھی کو کھی چوٹ نے خاپوں کے خباروں کی ہوا تکالدی تھی۔ آس پاس ہی نشور واحدی نظر آئے۔ ان کے اگلے دو دانت اتنے فاصلے سے بھی ان کی معروف تھیت کا اعلان کر رہے تھے۔ میں نے تقابلی مطالعہ کیا، ارادۃ نہیں بلکہ احتماری فعل تھا۔ حدید اسلوب میں آپ اسے تخت اشوری بھی کہ سکتے ہیں، بلکہ انشوری بھی ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ داقتی ہر شے اپنی خدمت سے خوب

چھمنے چلی گئی۔

مشتری دیجا تو تمہارے نام کی رہی ہی نہیں۔ بخبر بھی ہے ایک لڑکی بھی شاعر کی حیثیت سے مشاعرے میں آرہی ہے۔ اب میں نے قدرے بہت سے کام لیکر عرض کیا۔

جی۔ لڑکیوں سے مجھے کوئی تھبھی نہیں ہے۔

بھبھی کے بچے۔ تم نے اگر ایک خالوں کی موجودگی میں بیشطانی لفظ پڑھ دیتے تو۔۔۔ تو میں دیوبند میں کسی کو مخدوہ کھلانے کے قابل بھی نہیں رہ جاؤں گا۔

”بھل آپکے مخدوہ پر میرے پڑھنے سے کیا اثر پڑیگا؟“

میں نے سادا گی سے پوچھا۔

ان کا چہرہ سرخ در سرخ ہو گیا۔ یعنی سرخ تو وہ پہلے ہی سے تھا اب لاہوری کی طرح نہ مٹانے لگا۔

”تمہرے زیادہ چکن اگھڑا میں نے نہیں دیکھا۔ خیر جھک جائے جاؤ۔ دیکھوں گا منشاء میں کیسے پڑھ پائے ہوئے۔“

یہ کہہ کر وہ بھٹائے ہوئے چل گئے۔ حق یہ ہے کہ ان کے رخصتی قائم زمین پر نہیں، ہم ملا ملائیں کی کھوٹپیوں پر پڑھے تھے۔

خیر صاحب۔ رات آئی۔ مشاعرہ دس کے بعد شروع ہونا تھا۔ احاطہ بہت کشادہ تھا اور اسی تھجھ بھی کافی عرض و طول بنا یا گیا تھا، مگر تو یہی بچے پر اندازہ ہو گیا کہ جسم کم پڑھ جائے گی۔ یہ خیر تو جنگل کی ایک کمی طرح کی دن پہلے سے چھلی پڑی تھی جس کم بد دوڑ ایک نو عمر شاعرہ سبھم صاحبہ بھی تشریف ارزانی فراہب دالی ہیں۔ مگر بھبھی مزبجے قبل ہی لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ یہ صورت تشریف سے آئی ہیں تو صوفی الہام الدین کی روایت بیکرانی شائعین کے کلچے گز کمر جھر کے ہو گئے۔ صوفی صاحب تھم حکامہ سارے ہے تھے کہ بہت سے پاہنچ صلوا حضرات نے اسی عمار بھی مغرب ہی کے ساتھ پڑھ لی تھی اور نوبجے سے مشاعرہ گاہ میں آئنے تھے تاکہ آجھے جلپے سکیں۔

میرے پاس اسی تھجھ کا پاس تھا، میکن ساڑھے نو پر جماعت

فرسپ ہی تشریف فرستھے۔ ظاہر ہے کہ ان کی موجودگی میں گرد نہیں
چھلانگتے کم از کم اُس ملک کے لئے تو نہیں نہیں خال جس کی روح
قسطدار بعنی کرنے کے لئے فرستھے کی جگہ سالانہ فرمایا گیا ہے۔
خون کے سے گھونٹ پی کرو ہیں بیٹھو رہا۔

مشاعرے کی پوری کامنزٹری کسی ٹرپ ریکارڈ کی طرح
سُسنا نا تو مشکل ہے۔ دیسے بھی سیرے عاشیت خیال تک میں یہ آتا
نہیں بھی کہ برات کی کہاں دن میں بھی سُسائی پڑھے گی۔ ورنہ
دہیں کاغذ قلم سے کام لیتا۔ اب تو صرف یادداشت سے کام لینا
ہو گا۔

مشاعری کے بارے میں میرا ترکچہ ایسا گیجے چھانک
بھر جلوہ کھلانے کے لئے من بھر تھوڑا نہ ضروری ہوں۔ دس نکتے
شعر سُسائی ترکیں جلا کر ایک اچھا شعر لے پڑتا ہے۔ وہی تفہاد کا
فلسفہ۔ مگر کبھی بھی فلسفہ اُٹھ بھی جاتا ہے۔ فرض کیجئے مسلسل گھٹیا
قسم کے اشعار ہم کرتے کرتے داخ سنداوس میں تبدیل ہو گیا ہو۔
تو کسی اچھے شعر کی بھی گفت وہاں جا کر اس کے سوا کیا بنتی گی کہ۔

ہر کہ در کان نہ کفت نہ کشت دوست
یہ مشاعرہ اس اعتبار سے "تو یہ بھی تھا کہ صدارت تھی
از بُک جناب لالہ شام نا تھی کہ جو بُک نظر ہیں فکر اطلاعات و
فتریات کے بھارت سرکار اپنی کے۔ موصوف ایک گھنٹے
زیادہ زنگھرے ہوں گے گیا بیڑک کامرا سے گئے۔ وہ چلے
گئے تو ان کی جگہ ایک بزرگ اور سعید متفقی مصاحدہ بنی۔ میر
تیرست علی اس تباہی کے دس منٹ بعد آئے تھے۔ میرے ہی
پاس بیٹھے تھے۔ انھیں بنا دے کا حلم نہیں تھا۔ بجھے سے ٹھے
رازدار اندر اندر میں بیچھنے لگے۔

"اللہ لالہ شام نا تھی ہے ہو۔ نہیں؟"

"جی نہیں یہ سعید متفقی صاحب ہیں۔"

"کیوں؟" انھوں نے انھیں نکھل کر اس طرح پوچھا میں
اس تباہی کی ذمہ داری بھی پر رہی ہو۔

"اللہ کی ضریب ہیں۔" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔
— "ڈیٹھی نظر صاحب آئے بھی تھے چلے بھی گئے۔"

اُبھری ہے۔ میں تو اکثر شیر اسیا کرتا ہوں کہ جب معدے کی خرابی
یا پسیوں کی بھی کے باعث کسی جیانی محبوب کا پسکر سیم لوح تصور پر
صادف نہیں اُبھرنا تا اور مشاعرے کے لئے غزل بھی ضروری
ہوتی ہے تو ایک دھاکر اپنارٹسے ترمادیکھ لینا ہوں میں کوئی
کے باسی بھول پر نظری ہی اور دنیا سے تصور میں گھار بے کھلنے
مشرع ہو گئے۔ لوگ کہتے ہیں دنیا امید پر قائم ہے میں کہتا
ہوں دنیا اضداد پر قائم ہے۔

الفقة پیش نظر میں مشریف رکھنے والے خوش نہیںوں کو
حضرت ورقابت کی نظر ہوں سے نکتہ ہوتے ہیں سمجھ کی ہوں ہیں
کسی اپنے ہی میسیحی شاعر کا ایک شرکھوے کی طرح تبلارہا تھا۔

اُن کا حصہ من دلویں اپنی قسمت و رکھا جلوہ
ایوں ملا صاحب اچک پاں تو اسچ کا یاں ہو گا دہیں
جائیئے نا۔" دعا تھی پھر والے صاحب نے کہا اچک اچک کر کری
گردی کے عقبے سچ کو دکھرے تھے۔ یہ ایک پڑھنے لکھنے بہت
تھے۔

"اُن بھی جاؤں گا۔ تو اپنی نظر بیکھوں۔ سچ پر تواب
تیکھے ہی جلد لے گی۔"
آپ تو گرد نہیں پھلانگ کر بھی آگے پیچ سکتے ہیں اپکو کون
روکے گا۔

کیوں میں کیا الٹھ صلہ ہوں" میں غرایا۔
اکے نہیں۔ آپ گرامان گئے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کو
تو سب جلتے ہیں۔"

بھوکر بعد سچ سے قاضا مشرع ہوا کہ بیٹھو ٹھوٹھو۔ اب
یہ تو اپنی کیٹ کے خلاف ہوتا کہیں بھی دہیں بیٹھو یا رہ بیٹھا۔ محبوہ را
لوٹا اور دھکے کھا کھلا کر کنائے، دالے دستے سے اسچ پر سچا۔ اولاد
بھی بات ہے اپنی تھاں کھلیلدا سر کرنا تا آگے ضرور سچ جاؤں گا کہ
کم سے کم یہ تو دیکھ سکوں کہ اتنے بڑے مجھ میں جب ایک نو زان
لڑکی اپنے محبوب کا ذکر جمل کرتی ہے تو اس کے چہرے پر کس قسم
کی لیفیات ظاہر ہوتی ہیں۔ گویا شتم صاحبہ کو علی وجہ البصرت
سُسنا میرا بِ عَلْقَمَ لَمَّا هُنَّ عَلَيْهِ عَلَيْهِ خَلَ۔ اسکے ہی تھے سارا
جو شوخ دش بازٹی کے اہالی کی طرح بیٹھتا چلا گیا۔ مدیر تحریکی

خیر ماحبب تم صاحب کا بھی نمبر آیا۔ میں نے انکھیوں سے دیکھا ایڈیٹر تخلیٰ کے ماتحت پر تین شکون کا اضافہ ہو گیا تھا مگر جلد حاضرین میں زندگی کی اکابر ہو گئی۔ ذرہ ذرہ تجھ را تھا۔

اب جگر خام کے بیٹھومری باری آئی

میرے قریب ہی ایک شترن قسم کے بزرگ مانگ پر مانگ رکھے ہے آسودہ انداز میں بیٹھے ہے۔ جب شترن کی مترنم آواز فضایاں ہلکھلنا شروع ہوا، بزرگ کے دلوں ہر سو گول دائرے کی شکل میں ٹھہر لگتے۔ یہی سی پور بدر کی آواز بھی میرے کالون میں آئی۔ غالباً یہ ٹھٹٹا، انسان ملکہ کہہ رہے ہے:-

غزال اس نے چھپڑی بھیجے ساز دینا

ذرا ہمرفت کو آواز دیتا

میں نے جھک کر جیکے سید کہا:-

”غرفت آگے ہے۔ میری گرد پر سے گزر جائیے۔ انہوں نے کھا جائے۔ دلی نظروں سے جھکھوڑا۔“

— ”کیا فرمایا؟“

میں نے سوٹ پڑائے واب دیا۔ ”جی کچھ نہیں۔

ماشال اللہ آوار بڑی لینکدار ہے۔

شترن صاحب کا ترتم بخا ہوا تھا۔ مترنم لخاچھے خرد روٹھ کو جھپٹے جیڑت ہوئی۔ جیڑت ہوں ہوئی کہ انھیوں نے بعض ایسے الفاظ بھی رشتہ خزل میں پر دئے تھے کہ جن کے باس، میر بزرگ عورت ہے، عورت کوہس سال سے بہنے انکی ہزار بھی نہیں لگتے تھے۔ دل عورت خود کھتارہ لگا۔ مجھ پھر انھے۔ لگر بھری طریقہ سے صاحب کی رہنمی پر شش کامیاب نہیں رہی۔ طرزِ انہوں نے کچھ ایسا تھا جو ان سے چلا نہیں طرزِ علیٰ تو اچھا کیا۔ میر بھی حصہ بھرتے نظر آئیں گے۔ خدا جانے تھرہ کے دل ناڑک پر کہا کہ زندگی جب کہ میں نے بڑے طریقے سے ترجمہ شاعروں کو کامیاب رکھا کہم اسکے لئے کہا۔ میر کی سوچ کی خوشی کے ساتھ دیکھا۔

ترمیب نہ یاد نہیں۔ دل شاعروں کے نام پر ادھیں شعر بہر حال اپنے اچھے سنتے میں آتے۔ خیر سے ایڈیٹر تخلیٰ بھی تطم

— اب انھیں ڈھونڈ جو راخ رخ زیاں لے۔

لاؤڈ اسکریپٹ نے شاعروں کے کم از کم سیم کھتو لوی کی آواز تو پاکستان تک پہنچ گئی ہو گئی۔ سیم ٹرے اچھے شاعر ہیں۔ مشیت نے ان کی آنکھیں چھین لیں مگر ان کے داخلی مشاہدات پرست غصہ کے ہیں۔ ہو سکتا ہے وہ جو بکے ایک ایک عضو کو چھوڑ کر شر کرے ہوں۔ کاشہ انھیں کوی صحیح مشورہ دیتے والائیں جاتا۔ ان کی آواز بڑی ہنگامہ خیز قسم کی ہے۔ مگر ان اطراف ہی است بلند سُردوں میں سے لیتے ہیں کہ اترے کے لئے کچھ اُس باقی نہیں رہتی۔ اترے کے بغیر غدر ایسا ہی۔ ہے جیسے روئی ٹکے بغیر سالن۔ اگر بھی سامعین را دیتے ہیں کچھی کہتے ہیں تو سیم صاحب اُنہیں اٹھانے کی کوشش فرماتے ہیں، مگر اس وقت کیفیت بچھا بھی ہو جاتی ہے جیسے صورہ ان کے دماغ سے نہیں معدے کی تہہ سے ٹھیک کر آ رہا ہے۔ قادری سماں علی کا تو ایک کان کا پر دہ بھی چھپ گیا۔ وہ منامت کے مابے۔

— یا یوں کچھی ہجوم شوق کے مابے بالکل بالکے یا اس میٹھے تھے سیم صاحب بے جا ہے تو تیر گرد میڈر کو چھک کا شنی تر شو۔ تو اسی صفا کا کان مالک بن گیا۔ اس پھر تو بھی دھماکے کا مزا آگی۔

میں اگر ملکہ بڑی ہوتا تو شاعروں کی ترقی بخوبی تجھی سے اعتماد سے رکھتا۔ گویا سین۔ کے بعد سین۔ سیم کھتو لوی کے بعد شترن اتنا وی۔ یہ خاصی بھی خیز تربیب رہتی۔ اندزادہ بھی سیم صاحب کی گنج کے فرائید پہلے کا چھکا شنی تر شو۔ تو اسی اور تھندا دنوں کے لفاضے پر سے ہو جلتے۔ ہو سکتا ہے قادری صاحب کے پھٹے ہوئے برداہ سماں کے لئے بھی سیم صاحب کی ہمیں اور چدار آواز فرستہ، ایڈ کا کام دیتی۔

ایک دو ایسے بھی شاعروں نے اپنا کلام شنا یا جنکا ہیوں دیکھ کر میں نے تھا کہ وہ شنوی ہو لانا یہم پڑھیں گے مگر جب ان کے شعرتے تو خیال بدلتا ہے۔ وہ تو شے من چلے شام کے عاشق شکل۔ محوب کی بیوہ قاتی کا تکہ کرنے کرنے انھوں نے کچھ دھمکیاں بھی دی تھیں، بلکہ ایک سر تیر تو مجھے اچک کر دیکھنا مٹا یونک ان کے پڑھنے کا انداز بچھا ایسا ہی تھا جیسے ٹھوڑا نہ بمالی۔ پھر میں پڑنا چاہتے ہوں۔

گواب ڈھونڈتا ہوں ہیں شراب ڈھونڈتا ہوں ہیں
لوگ ابھی کان کے کوکو وہی کریں رہے تھے کہ انہوں نے بند
شروع کیا:-

چڑوک سکے تو روک دیے سیل ونگ و فور کا
مری نظر کو چاہئے وہی چراغ دور کا
حٹک رہی ہے ہر کو ان نظر میں خار کی طرح
نگاہ شرق جل اُٹھی جماب ڈھونڈتا ہوں ہیں

سماں اللہ۔ اس رجعت پسندی ہر کوں داد دے سکتا تھا۔
بلکہ سنا ہے حمد صنیف قریشی صاحب تو میرا بھی مان گئے تھے۔ میرا
مانسے کی بات بھی تھی۔ اُن بخاروں نے تھوڑا ہار دیے چراغ
کھڑک کے مشاعر گاہ سے لیکر اپنی کوٹھی تک ہزاروں بلب لگوائے
تھے اور بھائی صاحب زمیں ہیں۔

مری نظر کو چاہئے وہی چراغ دور کا
چاہئے تو گھر جاتے اور ایک آنسے کی موہبی جلا کر با تھو
تائیئے۔

گاڑی پھر آگے چلی:-

یہ زندہ زردا آدمیاں ، یکشاں صوان ہوں
یہ شگن تھاں میں زیں ، یہ گرد آسمان
یہ تاشیں بھی ، بھی ، یہ ایک داعی ایکشاں
میرے اختیار جی چاہا کہ پکار کر کہوں — ”عینک
کا تمبر دو راستے“

گھر پڑھنے والے صاحب اتنے صبار نثار تھے کہ پل کی
پل میں اگلے بند پڑھنے لگے۔

یہ تج تج راحتیں ، جراحتیں لئے ہوئے
یہ خوچکاں لٹا قیں ، کٹا قیں لئے ہوئے
یہ خدر دن عذر قیں ، قیامتیں لئے ہوئے
اُسے بھی رک یوں لگئے ”میں ٹپڑیا یا۔“ ایک

صریعہ اد کھانا :-

”لطف لطف نظم کا ، حاجتیں لئے ہوئے“

مگر کسی صاحب نے بھٹھیں کہنی مار کر کہا:-

”صاحب صین سے بٹھئے نا۔ کروں کیوں بدل ہے ہیں“

کہ کہ کر لائے تھے۔ پہلے تو میں کہا کہ ان کا نام فہرست سے اڑا دیا گیا
تھے کوئی نکر آدمی رات ہو گئی اور انھیں کسی نے کوڑی کو نہیں لے چا
۔ میرے عین چور کا وقت تھا جب نام پکارنے والے نے حاجتیہ خاہی
بھرنے کے انداز میں پکارا۔

”جواب مامنعتانی صاحب“

میرے منھ سے بے ساختہ تکل۔ ”حاضر جواب“

وہ اپنی ٹھیک ہر ٹپڑیاں سنبھالے مالک پڑھنے۔ اب میں سورج
رها تھا کہ ذرا شروع ہونے دو نہ کبھی بھی کے بے رہ چکائے تو مثلا
نام نہیں۔ کیکم یہ ذہن میں تھی کہ ایک دشمن طریقہ لینے دیکھتے
سائب سائب کہ کچھ پڑوں گا۔ چھر لوگ ٹپڑے اسے انھیں گے
تو اس پڑوں کے جلا ہوا اسکریٹست کی طرف اچھالوں کا در
ان کے ناموں کے در پڑنے آگ پکڑ لی تو میں جزا ہی آج لے گا۔
بعید نہیں بھائی جان کی دارا ہی بھی لپیٹ میں آجائے۔

ٹپڑے ہی نہ ہوا۔ وہ تو مالک پر فرلنے لگے کہ ہمارے میں
شکر کہ تو لیا ہوں پڑھنے نہیں ملتا۔ میری نظم فلاں حصہ پڑھنے۔
ہستغت اللہ۔ ان سے کوئی پوچھ جب پڑھنا آپکے میں کا نہیں
تشریک نہیں ملیم نے نسخہ میں لکھا ہے۔ اب جو شخص مسروپ
سے ٹھووا سکتا ہے کیا خمامت ہے کہ وہ دوسروں کے لکھوں نہیں
ملتا۔ میرا تو جی چاہا پکار کہوں کہ آپ یہ پھر لوت آئیے۔
آپ کی نظم نے بغیر ہی ہر مسلمان کی معرفت ہو سکتی ہے۔

اسنے میں فلاں صاحب نے ان کے ہاتھ سے پڑھ لیکر نظم
شروع بھی کر دی اور وہ وہیں رو نامی کی خاطر پڑھنے۔ جھے
اندازیہ ہوا کہ یہ فلاں صاحب نظم کو کامیاب کیے جائیں گے
مگر صدقے نہیں چھتری والے کے ان کی آواز بھی ایسی بھی بھی
نکلی کہ میرا بھلی کو شاید رات میں سورج نظر آگئی ہے۔ پڑھنے کی
رفتار چھاپہ مار دشمنوں جیسی تھی۔ پہلے ہی جب ٹپڑ کا یہ بن
انھوں نے پڑھا:-

جھنیں سحر ٹکل گئی وہ خواب ڈھونڈتا ہوئیں
لہاں گئی وہ میزد کی شراب ڈھونڈتا ہوئیں
تو مامعین کو ایسا لگا جیسے کوئی بھوکا نترانی ٹوٹی ہوئی
آوازیں ہانکس لگا رہا ہو۔

کے معاملات میں کو بے ہوں تو اکیلا حسن تو چڑیا کا بچہ بھی پیدا نہیں کر سکتا۔

گیری بے شک کہا جاسکتا ہے کہ بعض اشعارِ ستم صاحبہ نسخہ ملکی ہوں۔ وہ عورت ہیں۔ میری بیوی سیر بھی عورت ہے۔ اس نے ہمسائے کی چحت سے مشاعرہ مناخا۔ اسکے دن کہنے لگی۔

”نشورِ صاحب بڑے اچھے شاعر ہیں مگر ایک شعر میری بھی میں نہیں آیا۔“

”بہت اچھا ہوا۔ شعرِ چنے کم سمجھو گی اتنا ہی تمہارے حق میں بہتر ہو گا۔“

”نہیں سچ آپ مطلب سمجھائیے۔ انھوں نے بلکہ کہا اور پھر یہ شعر ٹھا۔“

آنکھیں ہیں، ستائے ہیں، وقت خلش دل ہے
دن ہو تو گزر جائے، رات آئی تو مشکل ہے
”اس میں کیا نہیں سمجھ میں آیا؟“ میں نے دریافت کیا۔
”اول تو یہ کہ فرض کجھے کسی وقت ہمارے پیٹ یا میٹ
درد ہو رہا ہو تو کیا یہ کہنا درست ہو گا کہ یہ درد کا وقت ہے؟
عصیت کا وقت تو ٹھائیے مگر درد بالخش کا وقت نہیں سننا۔“
”تم نے ابھی سنایا کیا ہے۔ سمجھیں تو قید ہو۔۔۔ جیر
آگے کپڑا۔“

”دوسرے یہ کہ ”دن ہو تو گزر جائے“ سے معلوم ہوتا ہے اس وقت دن نہیں ہے۔ مگر رات آئی تو مشکل ہے“ سے پتا چلتا ہے کہ رات بھی نہیں ہے۔ پھر آخر کیا ہے؟“
”یہ شعرِ مفرک وقت کہا گیا ہو گا۔ اور ہو لو؟“
”ذائق میں نہ اڑ رائیئے۔ میری اور جھیں کی بحث ہو گئی ہے۔ وہ اس کا بیٹھل بنا تھی ہے کہ شاعرنے آنسو پر کوستائے کہلے ہے اس سے ظاہر ہوا کہ وہ اپنے عالم گریب کو رات سے نشیہ دے رہا ہے۔ رات آئی تھی کسی آئے والے خطے کا انہما مقصود نہیں بلکہ ”رات آگئی“ مراد ہے۔ وہ کہتا ہے کہ دن ہوتا تو گزر جاتا مگر یہ تو رات آگئی ہے اگر ذریں شکر ہے۔“

استمیں فلاں صاحب آخی بذری پر پنج چکے تھے خوشادہ دورِ بخوبی، کچھوٹے یار بھی جو در میں سرورِ حضا، تو بیکی فتح اور بھی تڑپ میں بھی سکون تھا، خلش بھی سازگار بھی دہ محل وابستہ ترکرے، وہ زلفِ رُخ کے لرزے دہ کارہ یا ر آرزو وہ دلوںے وہ ہے مگر حرمیں نازنک ہانچ گئے تو کیا ملا؟
ہتاڈ کیا مضم ملے؟ ہتاڈ کیا خدا ملا؟

جو بچائیے گھے جاٹ ھوینڈتا ہوں میں جھیں سکر بھل گئی وہ خواب ھوینڈتا ہوئیں مانکر رُخ صدیقی جیسے بعضِ تعقیل حضراتِ نباد بھی دی مگر شاعروں کی دادِ کافی اعتبار نہیں۔ وہ رادِ لینے کے لئے بھی داد دیا کرتے ہیں۔

بیرا خال خاک اب میرا نبیر آئے گا۔ رات کی جوانی دھلتی جا رہی تھی۔ لیکن دہاں تو ایک اور صاحب کی حاضری بھری تھی۔ میرے دل کو دھکا سالا گا مگر فوراً ہی یہ سوچ کر خوشی بھی ہوتی کہ جس قدر بعد میں نبیر کے گا اتنا ہی طراشاور سمجھا جاؤں گا۔

نشورِ واحدی خوب شاعر ہیں۔ انھوں نے اپنے نبیر پر فرمایا۔

”حضراتِ چار پانچ شریعت کرتا ہوں۔ اگر آپ نے دل کھول کر داد دی تو ایک غزل اور میش کروں گا۔“

پھر انھوں نے تقریباً ہر شعر سے پہلے کچھ اس طرح کی مشعرِ تمہیری بھی ارشاد کیں کامنداوم دیں یہ تھا۔ کثرتِ شعر تو بھئے والے ہی بھئے ہیں مگر خراپ لوگ بھی کوشن کر بھئے بھئے اندیشہ ہوادہ کہیں ہیں۔ یا پھر سرکاری ہندی میں نہ پڑھو جھیں۔ مگر ہیں۔ وہ توبید می سادی اور دو میں پڑھئے تھے۔ پھر شاید یہ تمہیریں اس افادہ کا تسبیح ہوں کہ حاضرین میں دارِ حیوں کی کشت تھی۔ انھوں نے سوچا ہو گایہ دارِ حی نامے حسن و عیش کے معاملات کیا بھیں گے۔ اب عززِ بہان کو کون بتا کر دارِ حیاں صرف مردیوں ہی کے اگئی ہیں۔ مرد اگر حسن و عیش

شاعر کیسے کہہ دیتا۔ تم دراصل شعر ہی کے جگہ میں مت پڑو۔
عورتیں ناقص عقل ہوتی ہیں کیونکہ ان کے دل اُنھیں تکل
سکتی۔

اس وقت شاہزادہ بھی بھیں سے آگوئی تھی۔ وہ بڑی
نٹ کھٹ کھٹ کم کی لڑکی ہے۔ جچل زیادتے بھجک، امکل
کی تعلیم نے اسے بالکل ہی مینڈ ان انگلینڈ بنادیا ہے۔ دل اُنھی سے
بہت جلتی ہے۔ الگسی مولوی سے شادی ہوئی تو مجھے فیض ہے ہے کہ
موقع پاکروہ ان کی دل اُنھی میں ماچس ضرور دھکائے گی چاہے
تیجیں مالکی جنگ ہی کیوں نہ براہموج جانے۔ ناک سکوڑ کے
کہنے لگی۔

”شم تو نہیں آئی آپ کو۔ بہن شم نے اچون چھوٹ کے
چھکے چھڑا دیے اور عورتیں اب بھی ناقص العقل ہیں۔“

”تم نہیں جانتیں شد و بعض دلھیاں پریط میں بھی
ہوتی ہیں۔ ایکسرے کے بغیر طبعی فیصلہ مخلک ہے۔“

”آپ تو عورتوں سے تعصیب رکھتے ہیں۔ وہ بھجن گئی۔“

”اب وورتیں ملٹی ہی کہاں ہیں۔ تم اپنے آپ کو عورت
سمحتی ہو۔“

”نہیں عورت تو بس اپنی ہیں۔ بڑے آئے لڑکوں کو
عورت کہنے والے۔“

”آئے۔ لکھری خامی میں نے تو ملائیں کے سلسلے میں عورتیں
کرنا ناقص عقل کہا تھا۔ تم یا بتتم عورت نہیں تھیں تو یہ طویل تم نے
کیوں اورڑھی۔“

”خوشی ہماری اور ڈھنی۔ ہزار دفعہ اور دھنیں گے۔ مگر اپ
ذرا زبان کو لکھا دیا گئی۔“

”تو یوں کہو لٹھنے آئی جو۔ چلو پوس ہی ہی۔ وہ خرکاری
کاٹنے کی چھری رکھی ہے۔ اھالا دیپہلے تم حملہ کرو۔“

”جائیئے جائیئے باتیں بدینکیے۔ اللہ قسم آپا۔“ وہ بیکاریاں
کی طرف متوجہ ہوئی۔ اب بھی بہن تھم دیوبند اس تو ہم اپنے یہاں قیامتی
ہائے اللہ کسا اچھا کہی ہیں۔“

”تم شترکستے کھجھنے لیں۔“ میں نے سرد ہجھے میں بوجھا۔
مجبے آپکے دودھ کے دانت ٹوٹے ہیں۔ ”اس نے مخدڑا دیا۔“

”تجھیں نے ملک کہا۔ تھیں کیا اغراض ہے؟“ میں
پوچھا۔ ”یہ مطلب تو زبردستی کا ہے۔ کم سے کم بجا تکلف تو
کرنا ہی پڑتا ہے۔“

”کوئی مصالحتہ نہیں۔“ میں نے تقاضی دی۔ ”یادگر و تھماری
خدا ساس کا نواں مت کتنی مخلک سے تولد ہوا تھا۔ جان کے لئے
پڑ گئے تھے۔ تو کیا تم اسے مٹا نہیں ساچیں۔“

”ہیشی۔۔۔ تو یہ تو ہے۔“ وہ حکیماں۔

”نہیں میں ایک بات کہہ رہا ہوں۔ الگسی شعر کا مطلب
نکلنے میں تھوڑی سی مشقت ہی اٹھانی پڑے تو مطلب بہر حال
مطلوب ہے۔“

”پھر بھی اتنے بڑے شاعر کو زبان تو زد اضاف استعمال
کرنی چاہئے۔“

”ادھو۔۔۔ لوگوں میں کے سلسلے میں کیا تم خدا کو قصور اور
شیرادی۔ الگر نہیں تو پھر شاعر تھوڑا اور کیوں؟“

”اچھا آپ جائیئے۔“ وہ جھنجھلا گئیں۔ ”میں تو سوچ رہی تھی
ایک دل باتیں اور پوچھو اور پوچھو۔“

”نہیں پوچھو اور پوچھو۔“

”شوہر صاحب کا ایک شعر تھا۔“

”جو شہری دلخشن میں یہ رنگ کہاں ہوتا
شاید کہ ہومیرا اس دوسریں شامل ہے۔“

”جی ہاں تھا۔ پھر؟“

”یہ جوش میں رنگ کیا بات ہوئی؟“ وہ مسکر کے لیں۔

”اسے دا۔ رنگ میں جنگ ہو سکتے ہے تو جوش میں بگ
کیوں نہیں ہو سکتا؟“

”یہ آپ نہیں پرہیں۔“ وہ مسکر کے لیں۔ ”اچھا اور بتائیے۔“

”ہر گروہ نہ ارمائیں ٹھم اور ہجوم غرض
تم اس میں کہاں آئے یہ انہیں دل ہے۔“

”کیا“ ارمائیں ”بھی دل و دماغ جیسی کوئی مشتبہ جس کے
گوشے ہو سکتے ہوں؟“

”ضرور ہو سکتے ہوں گے۔“

"اوہو۔ شاید آپ کا نمبر صدر صاحب کے بعد آئیں گا۔"
"جی ہاں۔۔۔ اور اور۔۔۔"

میرے سامنے سے پرده ساہیٹ لیا۔ واقعی آل انڈیا شاعروں تک فوت آجھی تو مجھے اب گھاٹ کون ڈالے گا۔ مگر نہیں پہ ملکتے ہی مجھے رب آخر یعنی حرفت آخر کی حیثیت سے پیش کیا جائے۔

صفحات اتنے سیاہ ہو گئے مگر بھی درجنوں شاعروں کا ذکر ہے باقی ہے۔ کاش کبھی یوں بھی ہوتا کہ ایڈٹریٹر کی میری نیکی طبعی چھوڑ کر فرمادیتے کہ لکھوں ملا دل کھول کر۔ ایک شمارہ تھاری بھی تاریخ ہے۔ گلراہ۔۔۔

ید ستو رزیاں بن دی ہے کیسا یہی تحفہ میں

یہاں تو بات کرنے کو ترسی ہے زیابی میری

محبوبہ بتارٹ ہنڈی میں دی اینڈ کی طرف آتا ہے۔

عالم فتحوری کے کیا سکھنے۔ مگر صاحب پرانی کی قسم زلف دہنکی طرح طویں تھی۔ مگر بڑی دلچسپ۔ بڑی خوبصورت بڑی رواں۔ پڑھنے میں بھی انھوں نے کمال کر دیا۔ جیسے ذریعہ میں دھویں اُڑا۔ آٹا۔ آٹیشن پر ایشیش چھوڑتا چلا رہا ہے۔ جماڑا اُس پاکِ حقیقتاً وہ جن جگہ من تنم دلو کر لکھتے ہیں شاید اسی لئے ان کے چہرے کی ٹہیاں اُبھرائی ہیں اور لب و عارض کی ویرانی چودھرے ہوئے سنترے کی یاد رکھتی ہے۔ کاش وہ دارِ ذہنی روکھلیں تو میرا دعویٰ ہے کہ بینا رُڑشا سے زیادہ چھیں گے۔

ایک شاعر۔ جن کا ایسا تو بلبل فدائی تھا یا سنبھل قیانی۔ یا شاید دلآل بقائی۔ تینوں نام ایسا داشت کہ غسلے میں ایسے کٹڈ مدد ہوتے ہیں کلیں کے ساتھ کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

بہر حال وہ اوس طاہو شاعروں کے برابر تھے، مگر علم اعتمانی، شور و احمدی اور دو شہزادی تینوں کی ایک ساتھ مشکلیں کئی جائیں تو گولائی ان سے زیادہ نہیں تکلی۔ زنگ پکا جامنی، آنکھیں گول جن کا قظر نہیں ہے سے زیادہ نہ ہوگا۔ دہانکمکھیں تصفیت چڑا۔ انکھیں رکھ کر میں نہیں حیرت علی سے پوچھا تھا۔

اچھیں نشور صاحب نے خوب پڑھا۔ پیٹھ بھر کے داد صول کی۔ ایک مطلع تو پڑا جو قسم کا تھا۔۔۔

اک شکری قسم ہے اور شوق کی منزل ہے
دامن بھی بیکانے سے شعلہ بھی مقابلہ ہے

شعلہ کا لفظ منتهی ہی ذہن تم پر جست کر جائے تو تصور اسیں جو کش طبع آبادی کے سوا کس کا ہو سکتا ہے جو اپنے مجموعے کا ہم "شعلہ و شبم" رکھ کر پاکستان رفی چکر ہو گئے ہے لفاظ معنوی اعتبار سے کئے تھے اسیں مگر چھرے ہوئے کے لحاظ سے کس قدر یکسان، بالکل بھرپوں بھائی۔ دغنا وہی بزرگ جھوٹوں نے عمر فتنہ کو آواندی تھی تڑپ کر پوئے۔۔۔

"ہاشم نشور صاحب کیا کہدیا ہے۔ شعلہ بھی مقابلہ ہے۔
شو۔۔۔ شا۔۔۔ شب۔۔۔"

"سبھل کے سہل۔۔۔ شب نہیں شو۔۔۔" جس نے فراؤ لو کا۔
مگر وہ تقریباً عالم و جاریں نہیں۔۔۔ شین جیسے ان کی زبان سے چپک کر رہا گیا تھا مجھے شہور ماہر فنیات کا گاؤں فوجیاں کا دہناؤں یاد آیا جس میں اس نے لکھا ہے کہ عورت ایک بہرے کی ماں ہے جو سو سال پر ان کھو پڑی میں بھی بڑی آسانی سے سو راخ کر سکتی ہے۔۔۔

چاکوں کے پڑے جائی بھاگاون فیاؤں نے بھی یہی ای دو سکر لفاظ میں کہی ہے کہوت ادعاں کا کوئی وقت نہیں پورہ صاحبے کو درود رکھنا چاہتے ہیں تو ڈٹ سے عاشن کر دے۔

دھنٹا مو صوف نے ایسا ہاتھ اپنی ہی روان پر زور سے مارا اور غرے کے انداز میں لے کے۔

"ہاشم ہاشم۔۔۔ شعلہ بھی مقابلہ ہے۔۔۔ بر مکس نہند نامزگی کا فور۔۔۔"

ہیں نے پھر ٹوکا۔۔۔ یہ فارسی کا مشاعرہ نہیں ہے جاپ۔۔۔ آپ اردو میں داد دیجئے۔۔۔

انھیں جھٹکا سالگا۔۔۔ ہوئی نان کے بولے۔۔۔ آپ عجیب قسم کے آدمی ہیں۔۔۔

"جی نہیں۔۔۔ میں شاعر قسم کا آدمی ہوں۔۔۔ بھی دیکھئے گا میرا بھجو نہیں ہے گا۔۔۔ دھویں اٹھ جائیں گے۔۔۔"

میں اُنھیں یاد کیا کرتا ہوں۔ وہ مجھے یاد نہیں کرتے ہیں
میری تجویز و صلح پر افسوس۔ وہ بھی صادق ہیں کرتے ہیں
جمع لہرا لھڑا۔ اسیج واسیے بھی کہلتا ہے۔ میں اس سکھ
میں تھاکر داد دوں یا عین عشق کروں۔ قطعہ ہر آئندہ عش عش کا
مستحق تھا۔ ایک تیز صاد۔ کافا قدر ہبھڑا عکار کا حسن طلب کیتھے
کوئی جو سے آئے خود کشی کی ایک نئی نسلک رکھتا ہے اور تو قع کرتا
ہے کہ وہ اُتو کا بھٹھا۔ یا تو لوکی بھٹھی اس پر صاد بھی کر دے۔
اگر مرد بچھل موجود نہ ہوئے تو میں یقیناً گھڑ پر گرتا۔

”بڑے بھائی! الجبود اگر خود کشی ہی پر جھیر پڑی تو زہر
کھالے گی، زمل کے آگے لیٹ جائے گی، بھل کاتا رکھ لے گی،
لگر بڑک کوٹنے کے اجنب کا انتخاب ہرگز نہ کر سکے گی۔“
”انتھ میں دوسرا قطع آیا۔ عنوان تھا۔ بکھڑو محبت“
میری طرف یکھ کے وہ ہنس دیتے۔ انکی طرف بکھ کے میں رو دیا
میری بحث اپنیں بالکل نہیں۔ انکی بحث نے مجھے گھو دیا
”کیا رختی ہے؟“ میں نے عمر قند رائے بزرگ کی
طرف دیکھ کر مشورہ طلب انداز میں کہا۔ ان کے دونوں پونٹ
سمتی سے بچھے ہوتے تھے۔ تیرہ بی پر بی۔ وہ بھی تک یقین
نہیں کر پا تھے کہ اواز مردی کی ہے۔ میری داد کو نظر انداز
کرتے ہوئے بولے۔

”یہ آواز مرد کی کیسے ہو سکتی ہے؟“

”میں نے کب کہا کہ مرد کی ہے۔ مگر بالکل مردی کے سخن
سے رہی ہے۔“

”کیا بات ہوتی“ وہ فرائے۔

”جنس کی تبدیلی اب کوئی جو نہیں رہی۔ ہو سکتا ہے
ان کے معاملہ میں ابتداء لگلے سے ہو رہی ہو۔“

وہ لھٹک بھرخور کرتے رہے پھر سر والے کے پولے۔ ”نہیں
بی بات دل کو نہیں لگی۔“

” تو پھر ایک اور بات ہو گی۔“

”کیا؟“ انھیوں نے ناخوشگار ہجھی میں سوال کیا۔

”تجھیز و صلح پر صادرنہ کرنے والی جو سو کو پرسکتا ہے
انھیوں نے تاؤ میں آکر کوچا گل لیا ہو۔ اب وہ اندر ہی سے

”مگر میر صاحب کیا آپ کو یقین ہے کہ ان کا اور شتم
اثادی کا خالی ایک ہی ہے؟“

”اماں کیوں کفریت کہے ہو؟“ وہ انکھیں بھر پھر لے کر بولے تھے
مگر ان کی آواز ایک کریمہ شاہت ہوئی۔ بڑی باریک
اور دشیزہ۔ جب وہ نکلی تو میرے آس پاس واسیے جوں
کے۔ میں تو بھا بعم کے علاوہ کوئی اور خاقوں بھی آئے تو وجود
ہیں اور مو صوف کو روک کر اٹھی کوئن بردیدیا گیا ہے عرفتہ
واسیے بزرگ بھی یہی سمجھتے تھے۔ ان سے رہا نہ گیا۔ دلی زبان
میں بھروسے پوچھنے لگے۔

”کیوں جناب ہے کون صاحب ہیں؟“

”یہ میری عمر فہرہ ہے۔ اب کیا آپ ان پر بھی دامت
رکھیں گے؟“ میں نے نشویں کا اٹھا کر کیا وہ بگڑ کر بولے۔

”آپ بڑے و اہمیات آدمی ہیں۔ لا جوں دل اقوۃ۔“

جمع کروٹیں سی بدیں رہا ہما۔ میں نے گھٹیوں کے بل
اچک کر دیکھا تو یہ دیکھ کر نہیں میں آگیا کہ آواز اسی اصف
بالشت چوڑے دہانے سے تکل رہی تھی۔ جبرت ہی جبرت
چرا اشعار بھی عجیب و غریب تھے۔ اپنے آواز کے بالکل میتا
اتنے بلکہ پھلکے کہ شاید ناموں کا دو پڑھی ان سے زیادہ ہی
ذرن رکھتا ہو۔ وہ دراصل قطعات۔ قہ جن میں سے ہر ایک
کہا سفل عنوان بھی تھا۔ جناب ثنا عزیزے عنوان بتائے پھر
قطع عرض کرتے۔

پہلا قطعہ تھا۔ ”صلی سے محرومی“

”فریا۔“ حضرات! احقر کی شاعری واقعات
پیریتی ہے۔ قطعہ ملاحظہ فرمائیے اور ذرا اتفاقی پر بھی نظر
رکھتے گا۔“

ملی گرھ ہن تا صدر کوئی سخن فرم جسچ پڑتا کہ جھائی جان
نظر آپ ہی کو دیکھ کر خیرہ ہو چکی ہے۔ قافیہ کس سے دیکھا
جلدے گا انتزفیت لے جائیے۔

”گرید دیوبند تھا۔ بخارے نمک فشم کے لوگ صرف
ہنس رہے تھے یا پھر اسکھیں ھما ھما کر تقابی مطالعہ کر رہے
تھے۔ لیجھے وہ قطعہ شروع ہوا۔“

موجہ تھیں۔ ایک لفڑیا تین تیس سال کی عمر میں تو ششم صدھے کے قریب ہی تشریف فراہمیں۔ ان کے جسم پر ساری اور طاوز خدا۔ یقیناً وہ ہندو یا کرپیں رہی ہوں گی ورنہ دلو بند کی وجہت پن بھورتیں بھی کچھ ترقی میں آتی آتی ہیں۔ پڑھ سکی ہیں کہ مردوں کے اعصاب کو اتنا ٹھلا جانچ کر سکیں۔ دیسے یہ بھی ممکن ہے کہ وہ سہارنپور یا مظفرنگر کی کوئی منگ یا ستر جمال ہوں۔ قطعہ شم کا اب کوئی بھی شہر اتنا پس انہوں نہیں رہا ہے کہ وہاں ہر فرتے میں دس ہیں موسمی کمل قسم کی الٹڑا اور دن خواتین دستیاب نہ ہو سکیں۔

ایک خاتون برقے میں ہی آئی تھیں۔ ان کے ساتھ غالباً ان کے شوہر تھے جن کا اجرتا ہوا جوڑہ ڈنکے کی چڑھات علنا کھر را تھا کہ بارہ ہیں ایک ہم بذب خاتون کا شوہر ہوں یہ جوڑا غالباً پرانے بارہ والی سے مظفرنگر سے آیا ہو گا کیونکہ بارہ کے بعد یہ شیخ پر بیٹھا تھا اور میرے قریبے گذرتا ہوا آگئیں جائیں گا تھا۔

”بڑے بھائی“ نے پوچکتا ہے انھیں نزد کھا ہو، مگر مجھ سے ششم اور وہ ساری طاوز خواتینی خاتون ہر ہماراں مانگتے قریب۔ ہی تشریف فراہمیں شمشیر جمع کا اطلاق کب نہیں ہوتا۔ فرشتے بھائی نے ”خواتین“ کہ کہ جو امری کی فلکی ہر حال ہیں کی تھی۔ مگر وہ پوکھلے سے گئے۔ میں اچک اچک کر دیکھ رہا تھا۔ اُنکی گول آنھیں دوسری خواتین کی طرف اس طرح بھی ہوئی تھیں جیسے کہ رہی ہوں۔ اپ بولتے تھے، ”ام خواتین یہاں موجود ہیں“ آپ شعر طھتے جناب“ سکرپٹری صاحب نے جھلا کر کہا۔ موصوف تھنڈکا تھے۔ کھنکار کے ساتھ شاید اپ دہن کی پھوار اور کٹڑا واسے ایسا نہیں تکہ شیخ کی ہو گئی تھی کی لکار بلند نہوتی۔

”ایسے صاحب تھوکتے تو نہیں۔“

موصوف نے جلدی سے روپال نکال کر باخمیں صاف کیں۔ روپال گھر سے سرخ رنگ کا تھا۔ اب وہ اپنی ہمیں آوازیں بولے۔

”ہاں تو صاحب۔ قطعہ عنوان“ صاف انکار پیش

جس پکار کر رہی ہے۔ دہانہ تو آپے ملاظ فرمایا ہی ہوگا؟“ آپ مخصوص ہاتھیں کر رہے ہیں۔ چلائے شرمندی بھی۔ اُنکی سیما پہاڑ پر چڑھا۔

”سینے حضرات و خاتین۔ ایک قدر اور حاضر ہے۔ اس کا عنوان بالزحافتے“ صاف انکار۔ قدر سے کسی نے بچ کر پڑھا۔ ”آپ کتنے قطعہ پڑھیں گے بڑے بھائی۔“ ”اس کا بھی ہیں تو میں کس پیس۔“ انہوں نے لٹک بگ کو فضایں لہرا دی۔

”بہت کم ہیں“ کوئی بولا۔ کیا اور بھی کوئی کافی ہے؟“ جی ہاں بڑی بیاض سوٹکیں ہیں رکھی ہے۔ آپ لوگ اصرار کر رہے گے تو دوسروں نمبر تک دھی اٹھلا ہیں گے۔“ تریسی ہی سے کسی نے کہا۔ ”بچے ہی نمبر پر اٹھلا ہے تو پہتر ہو گا بڑے بھائی۔ فقط دس قطعوں میں ہمارا کیا بھول ہو گا۔“ ”خاتمی سے سینے حضرات“ سکرپٹری صاحب نے جذری مٹھ کر رہا ہے۔ ”بلکل فدائی صاحب بہت دوسرے آئے ہیں۔“

یا شاید انہوں نے سینے قدوامی پہاڑا یا پھر دل بقاوی بہر حال اب محترم شاعر چکر گیا ہوئے۔

”تو حضرات و خاتین۔ قطعہ کا عنوان تھا“ صاف انکار۔“ تھا سے کیا مطلب ہے بڑے بھائی“ کسی نے بات کافی اب جو عنوان ہو وہ فرمائے۔

”اب اور تب کیا کہتے ہوئے“ وہ خفا سے ہو کر لے۔ ”عنوان کوئی روز رو زد بدلتا ہے۔“

”آپ قطعہ پر ہے حضرت“ سکرپٹری صاحب نے اُنکا کر کہا۔

”جی ہاں۔ تو خاتین و حضرات...“

”خاتین بار بار آپ کو کہاں نظر آ رہی ہیں۔“ ایک بھاری آواز را ہٹکا انداز لئے ہوئے بن رہے تھے۔

”جی۔۔۔ جی“ موصوف نے چھبرکا شیخ پر دائیں ہیں دیکھا۔ ششم بددور تھی پر ایکی ششم صاحب رہی نہیں تھیں سیلہ چھتری دالے کی قدرت سے کئی اور خواتین بھی بھیثیت مانعین کے

محج بوث بوث ہنگیا۔ میں آواز دبائے میر حیرت علی
سے پوچھا۔

کیا خیال ہے میر صاحب۔ انتہا بلکہ پھلکے شعر کی زین
پر وہ کہ رکھے جاسکتے ہیں؟“
”ہمیں تو یا آسمان پر جا کر کہے ہیوں گے“ وہ لمحہ کر
بوا۔

”میر اور یہی خیال ہے کہ زمین کی کشش کے حدود سے نکل کر
کہنے گئے ہیں۔ وہاں کسی شے میں کوئی وزن نہیں رہتا۔“
”سینے صاحبان“ طے بھائی کی آواز نے ہماری
سر کو شی پر بشم دالدی۔ ایک قطعہ اور ہے۔ عاشق کی التجا۔
— یا عاشق کی گذارش کہہ لیجئے۔“

”ہم کیوں کہلیں“ کوئی دل جلا جنما“ عاشق آپ ہیں
آپ ہی کہتے۔“
”اُخ... کہہ تو ہم ہی رہے ہیں... مطلب یہ ہے
کہ دونوں عنوان برابر کے ہیں، ہم نے اور پر نیچے دونوں ہی کھو
لئے ہیں۔“

”اوپر نیچے۔ شیشم۔ تہذیب کے دائیں میں رہئے
ٹڑے بھائی۔“

”اُسے دا۔ اسیں بد تہذیب کی کیا بات ہے۔
قطعہ مل احتظہ فریائیتے حضرات دخوتین۔“
”بھر خداوند“ کوئی غریبا۔“ ہماری دل ریس ان
آپ کو نظر نہیں آئیں ٹڑے بھائی۔“
”ٹڑے بھائی ٹڑے بھائی کیا لگا رکھی ہے آپ لوگوں
نے۔ میں تو آپ کا چھوٹا ہوں۔“

”بہت اچھا چھوٹے بھائی۔ ہم ٹڑے بھائی گذارش
کرنے ہیں کہ آپ ہمراں کر کے آجی سے شریف یحیائی چھوٹے
بھائی۔“

”بن یہ قطعہ اور سن لیجئے۔ اس میں ایک نئے پیراٹے
میں محبوب کو دعوت محبت دی گئی ہے۔“
”وہ نہیں مانے کا چھوٹے بھائی آپ چاہئے کان کر کر
مرغابیں جائیں۔“

فرہست ہے۔ اس میں ہم نے ایک لفظ ”پنک“ باندھا ہے۔
لیکن مکن ہے آپ حضرات اس کا معنی ترجمہ ہے چون تو پہلے
معنی سمجھ لیجئے۔

فوجہ بڑا اصل میر پنجا۔ یہ طے بھائی بھی فتور صاحب
کی طرح ہم دیوبندیوں کو ترا مولوی ہی سمجھ رہے ہیں۔

”تو پنک کا معنی یہ ہیں صاحب کر کوہ... دہ لڑکیاں
اور لڑکے میں آپ سیر کو جانتے ہیں۔ بہت سا کھانا پینا پھل
فروٹ، تماں، کرم وغیرہ بھی سانحہ لے جانتے ہیں... طرا
مز آتا ہے...“

”آپ بھی بھی گئے ہیں ٹڑے بھائی“ میں ملحن پھاڑ
کر بھاڑا۔ یہ کوئی بھاوساں نہیں بھا۔ مگر آس پاس والوں نے
بھیجا آنکھیں پھاڑ کر کیا۔ کوئی ہنسنے کئی نہیں میرا سانحہ بنا یا
ٹڑے بھائی نے بھی چنک کر گردان فشت کی طرف ہوڑی
دہ شاید میرے الفاظ کو ٹھیک طرح میں نہیں سکے تھے معصوم
سے انداز میں بوا۔

”کیا پوچھا آپتے؟“

”یہ لوچھا بڑے بھائی کے پنک کا مطلب تواب کچھ
پچھے بھی میں آگیا۔“ صفات انکار“ کا مطلب اور سمجھادی تھے۔
معلوم نہیں جائز افسوس نے کیا کہا۔ فضائل قبور
اور منہنہ اہلوں سے لبرنے ہو گئی تھی میں کر ٹری صاحب مجتمع
کو خاموش کرنے کی کوشش کر رہ تھے، مگر مجھ اپنے
قہقہوں کا گلا گھوٹ کر ہارٹ ایک کا خطرہ مول نہیں
لے سکتا تھا۔

مشکل نام شور کم ہوا۔ ٹڑے بھائی دہانے کی پوری
بڑائی کے سانحہ سکرا رہے تھے۔ ان کا خیال شاید نہ خطا
چکر چھوٹو ہو رہا ہے رب داد ہی کی فہرست میں شامل ہے آخر کار
قطعہ شروع گیا۔

کہاں نے کہ آجائے۔ دو بھائی ہم نہیں کئے
کہاں نے کہ جاؤ شما۔ وہ بولے کہ میر جاؤ
کہاں نے پنک کو جو۔ پسے کہاں چلے
کہاں چلیں بھی۔ کہاں اپنے گھر جاؤ

بے شعر سنتے دیجئے جاپ۔
”بیشتر ہیں مولانا ۹۔ بچھر تو میں معافی چاہوں گا۔“
”باتی مشاعرہ ایک مہا ملہ حظہ، فرمائیئے۔“

اب صحیح میں پھر بھوپال آگیا تھا۔ خدا خدا اکر کے ڈبل عنوان کا
قطع بھی زیب ساخت ہو ہی گیا۔

قسم خدا کی تمہارا تو کچھ بھی حرج نہیں
اگر بچھے ہیں ملے سے کبھی لگا تو تم

بہت دنوں سے بے ہوم رہے خالوں میں
بچھے بھی اپنے خیالات میں بساؤ تم

میں نے میر صاحب کے کہا۔

”ذرا سوچیے میر صاحب۔ یہ شخص اگر کسی کے خیالات میں
بس جائے تو خیالات پر کیا گذرے گی۔“

”ہم کیا معلوم کیا گزرے گی، چکچکے بیٹھو۔“ انہوں نے
ناوشگوار بچھیں جواب دیا۔

اب میں نے ڈرتے ڈرتے عمر فتح و اے بزرگی پر چکا۔
”مولانا کیا آپ کو خیالات کے کسی بیسے سائز کا علم ہے
جن میں یہ صاحب علا مکیں؟“

”صرف آپ کا سانچا ایسا معلوم ہوتا ہے“ وہ بھتنا کے

روعن اکیرہ ماغ

روعن اکیرہ ماغ کوئی معمولی اشتہاری تیل نہیں۔ قیمتی
حرڈی بڈیوں اور مینڈا جزا کام مرکب ہے جو ماغی قوت اور
بالوں کے لئے ناگز کی جیتیں رکھتا ہے۔
”ماغی تیزی کو دودھ کرتا ہے۔ بے خوابی رفع کر کے بیٹھی
نیشنڈ سلانا ہے۔ دماغی محنت کرنے والوں کے لئے خاص
خون ہے۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ ۲۸ نئے پیے۔
ڈاک خرچ ڈرڑھ دو یہیں علاوہ

ہلال فارہیسی دلوں ند رپی

۲۰، ۲۱، چڑیا!

دانما کھا

پانی پی...!

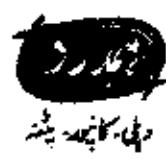
بچا اپنی ناگ کا داش ماری ہے اصل بھروسے (نہال) کا
ایک بچہ پہنچنے کے بعد دعویہ کیبل میں الگ جاتے ۱۰۰۰ ایک۔
صحت مندار طاقت صدر کی ہے۔

نہال گراپ سیریز، وفات نکلنے کی تکلیف، بعض اپھال،
سچیس اور رستن کو فنڈا آلام بھیجا ہے۔

نہال بیبی ناگ، وٹا منوں سے بناہوا پھر ناگ کے
پکن کو طاقت جیتا ہے اصل بھروسے کچا آپ۔

نہال

کے استعمال سے بچے تندست اور خوش و قریم رہتے ہیں



مولانا امین حسن اصلانی

حقیقت توحید
حقیقت تقویٰ
زکر نفس

مولانا ابواللطف

۵۷	بیانات اسلامی کا مقصد
۵۸	دراس کاظمیہ سکار
۵۹	بھارت کی تحریک و دریم

سید رحمان علی صاحب

۵- ج کیا ہے ؟
۶- قوموں کا عروج و زوال

وَحْيَ الدِّينِ خَانٌ

۵-	حقیقت کو تلاش
۵-	کیا ہے، دستانِ ترقی کر رہا ہے؟
۳۸	ایک انسان ایک نظام سے بھارت میں اسلامی
۲۲۲	نظام کی دعوت
۳۶	مئے عہد کے دروازے پر
۳۲	ہندوستان کی منزل سو شلیزم یا اسلام
۲۷	معاش کا مسترد ہم کیوں نہوا
۲۶	اسلام ایک عظیم جدوجہد

مکتبہ تعلیٰ ولوںڈ پری

تصانیف مولانا مودودی

تصانیف مولانا مودودی		نام کتاب	ردیف
۱۹	۵۰	مرندگی مرتضی اسلامی خاوند میں لباس کا سند	۲۵
۳۲	۱۹	انسان کا معاشی مستلزم اور ہس کا اسلامی حل۔	۲۶
۲۵	۲۵	دعوت اسلامی یہ رخواشن کا حضور	۲۷
۱۹	۲۵	سریا یہ دنیا اشترکیت اور اسلام	۲۸
۲۵	۵۰	اسلام اور ضبط و لادت	۲۹
۵	۵۰	تفہیمات حصہ اول	۳۰
۴	۵۰	حصہ دوم	۳۱
۱۲	-	تفہیم القرآن اول جلد بھیج	۳۲
۱۵	-	" " "	۳۳
۱۴	-	رسائل و مسائل میکن	۳۴
۲	۲۵	اسلام اور جدید معاشر نظریات	۳۵
۳	۵۰	زیجان القرآن کا منصب سالستہ	۳۶
۱	-	حدیث اور ستر آن	۳۷
مولانا صدیق الدین اصلائی		۳۸	
۱	۵۰	زبانی کا قاسمیت، دین	۳۹
۱	۵۰	حقیقت نفاق	۴۰
	۵۰	اسلام کا نظارہ میثمت	۴۱
فضل حبیب ایم۔ اے		۴۲	
۱	۱۴	اخلاقی کہانیاں کیں درجہ احسن	۴۳
۲	۴	عام معلومات - حصہ اول	۴۴
۳	۱۵	" " دوسری	۴۵
۸	۲۰	" " سوم	۴۶
۱	۵	" " چہارم	۴۷
۱	۲۰	" " پنجم	۴۸
	۵۰	پیارے رسول	۴۹

کھڑے کھوڑے

اقول شمید۔

اس مرتبہ یہ کسی بھی کتاب پر تبصرہ نہیں کر سکے کیونکہ مطابق
کا وصفت نہیں تھا۔ لیکن الفاق سے مئی سنتوں کے ماہ سے
ہی شاپیں یہ روزہ راتیں احسن اصلاحی کی ادارت میں لاپور سے
تکالا پے "تحقیق مزید" پر تبصرہ آتا ہے مناسب معلوم ہوا
کہ اسی کو نقل کر دیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ خود تبصرہ میں کریں
گے زیر مطلب ہے کہ پیش نظر تبصرے سے ہم فتنہ افلاطونی متفق
ہیں الفاق دا مخلاف کا سوال تو مطلب یہ کہ یہ پیش ابہر مکالمہ
پاں جھاتا چونکہ ایک معیاری بھروسے اسلئے اس میں شائع
شہد تبصرے کو نقل کرتے ہوئے ہیں یہ اطمینان ضرور ہے کہ
کوئی فرضیہ دراد جزو نقل نہیں کر دے گی۔

تبصرے میں چند سوالات بھی کئے گئے ہیں جو کا جواب
فاصلہ تھوڑا کو کتاب میں نہیں ہا۔ ہم تفصیل سے آنہیں گھر
غصہ اُن کا جواب حاصل ہے میں، یا پالپنڈ کریں گے۔ واللہ
التوحیق۔

تحقیق مزید پر سلسلہ خلافت معاویہ و مزید

تاریخ، محمد احمد عباسی

صفات۔ ۱۰۵ قفت آنحضرت پرے

لعلہ کا پتہ۔ کمیت محمد بہادری ایسا کو کھوٹ کرایا جی

و مکمل علم و حکمت سوتمنڈی وہور

آج سے درسال قبل بہت کم وگ محمد احمد عباسی ماحب کو جلتے

اہم کتابوں کو پلڈ ڈھکر تفصیل تصور کر لے کی عادت ایک
ایک دوسری ذبحیہ پے جسے خود ہم نے اپنے پیروں میڈا ہے
اپنے اس کا لازمی تیجو یہ توہ ناہی چاہیے لہا کہ بہت ساتھ مفرطی
لہر پیکر ہمیندوں لوہنی پڑا سے اور مطاوو کی نوبت نہیں آئی ہے۔

"خلافت معاویہ و مزید" کے مصنف جاپ گھود احمد
جاہاں کی تاریخ تالیف "تحقیق مزید" تبصرے کے نئے کمی میتے
سے بہارے پاس تاریخی ہے اور اگر ہم را لقت و لیے ہیں
"حسینہ شمشن" پتے جیسا بیض شیعی ذمہ دیت کے شیخی کرم
رسنرماں نے مشہور کرد کھاہے تو کوئی مزید نہیں تھا
کہ اپنے تبصرے کو مطلبے پر وہ توف رکھ چھوڑتے۔ اذمی
ذمہ دیت اور کراہ حسینہ شمشن کے نئے زریں موخر تھا کہ اپنے
ہاتھ تریلی بتھوڑا زار یا جائے۔

گھر ہیں خدا کے بیان جانا ہے اور دل چیر کر دکھانا ہے
کہ اسے اللہ ہم نے تبصرہ و تفصیل میں بھیش دیانت دن گوئی کوہی
ملوک دکھا ہے سماں کی محبت یا لذت میں ہم نے کیسی ان ہاتھ کو
نوک قلم پر پہن آتے دیا جیسیں ہمارا فیض ہمارا ناجیز بصیرت اور
ہمارے ناتھ علم و فہم حق و صداقت کے خلاف ہار کرتے ہوں
یہ میں مکن بکھر دیتی ہے کہ خدمت وح و قلم کے نویں و صد
میں ہمارا یہ سوچ دیو جو نے مقدمہ طوکریں کھائی ہوں ہم سے اجھا کا
لوز شکر بولی جوں ہم دھوکہ کھا گئے ہوں مگر خطا اور کوتای نہ لستہ
ہوئی ہے ارادے اور نیت کی حد تک بعفظ تعالیٰ ہم ملکن ہیں
کہ تاریخ دام کوئی غبار ہارے ٹھیر پہنیں ہے واللہ علی ما

کو فسیل از یاد رہنے کے موقت میں پڑی کرتی ہے۔

خلافت معاویہ و زیری، کوچھ عکر کم اس راستے کے گواہ مکمل مبنی بر انصاف نہیں بھیجنے کے عبارتی مالک تھے ذہن میں پہلے سے بزرگ کی پاکستانی اور حضرت حسینؑ کے موقف کی غلطی کا تقدیر سمجھا جائے اور بعد میں اسے ثابت کرنے کے لئے اپنی مرخصی سے دامنی بچ کرنے شروع کردی ہے، حتیٰ کہ اگر انہوں نے مزدورت محسوس کی ہے تو معنی اقتباسات کی قلعہ برید کرنے سے بھی باز نہیں آتے ہیں ہماری اسے یہ کہ تماطل صفت تھے یہ کتاب ایک طرف جا شدار محقق کی حیثیت سے تحریر کی ہے انہوں نے ہر دو اخونکی هرف و سبی تو ہمیشہ قول کی ہے جو ان کے کڑے سے میدار ہو گردی اور اسکی ہے۔

ہمارے نزدیک اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی اس کا ادنیٰ صادر تحقیق ہی ہے جس کا مالک ماحصل تھا اسی تحقیق کے ان ہوگوں کا شرعاً نکالا جائے ہے جن کے زیریں سے ہماری تاریخ میں بہت سی یہ سروپاً پانیں داخل ہوئی ہیں اندھنوں کا وجہ بھی ہیں ان کی تحقیق کے مطابق حادثہ کربلا میں متعلق جزو دیات زبان زد عوام ہیں وہ پیشتر محمد بن انس سائب الحنفی، ابو منتف نوہ بن جحیل از دی اہل شہر بن محمد بھی کی پیشہ ایسا جلی ہے ائمہ حدیث و رجال تھے ان تینوں را وہ یون کو کثر افضلی کتاب اور فہرست معتبر قرار دیا ہے فاضل مصنفوں جبکہ واقعات کر بلکہ اس معرفت خیابانی کو تسلیم نہیں کرتے تو جو تک کوئی دوسرا محقق ان راویوں کی تفہمت، امامت کو پہلے ثابت نہ کر دے۔ عبارتی مالک کی کسی دلیل کو توڑنا اس کے نئے مکن نہیں۔

زیر نظر کتاب "تحقیق مزید" خلافت معاویہ و زیری اسی کے سلطان کی درسری کا ہے تا مغل مولف تھے اس کتاب میں بھی بڑی اہم بخشیں، الحکایتیں ہیں۔ انہوں نے بھی صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکاجہ اذ واجح مطہرات کے علاوہ پہلے نیشن سو محاذ اور جن میں اصحاب عشرہ مشہور، بدی مصحاب اور اصحاب رحمت المرءوں کی اچھی خاصی تعداد شامل ہے) کے مختصر احوال لکھے ہیں جو زیری کی ویجدانی اور خلافت کے زمانہ تک پیغمبری جیات تھے۔ لیکن ان میں سے کسی نے بھی حضرت حسینؑ کے موقف کی تائید نہیں کی۔ یہاں فاصلہ مولف ایک تدبی کے لئے دو اہم تینیں کر دیتے ہیں لہذا تادہ

ستھ۔ تکنیک اب اہل علم کے طبقہ سے والبتد تایید ہی کوئی پڑھا نکھلا دی ہے گا جو عباسی صاحب اور آن کی شہرہ آفاق تصنیف خلافت معاویہ و زیریؑ سے بچے جوڑ پڑے۔ یہ کتاب ایک ایسا تراجمہ کے سلسلہ سے متعلق تھی۔ جس کے ساتھ لوگوں کو عقل سے زیادہ خدا تعالیٰ اور سیاسی و لچپی تھی، اس کا تجھے ہوا کہ اکثر صنفوں سے اس کی تدبی خلافت ہوئی اور فی الواقع ایسی شکل پیشیدا پہنچ کی کہ اس کی تعریف کرنا خواہ جوواہ اپنے لئے مشکلات کے دروازے کھولنے کے۔ تزادوف ہیں گیا۔ ہمارے نزدیک گرد ہی عصیتوں یا سیاسی صلحتوں کی بنیان پر اگر کسی محققہ تصنیف کی خلافت کی جائے یا اس کے مصنفوں کی حوصلہ شکنی کی جائے توی خود علم کی بیقداری ہے۔ پھر اس بے تدبی کے ذریعہ ارجمند خود اہل علم ہوں تو اسکی فضادت دو چیزوں پر جاتی ہے۔ لیکن چیز ایسی ہے تو اپنا وزن مندا کے رہتی ہے چنانچہ عباسی صاحب کی کتاب تھے بھی ان تمام مخالفوں کا مقابلہ کر کے اپنا مقام اپ شیلم کرایا ہے۔

"خلافت معاویہ و زیریؑ" کا بنیادی نقطہ نظر، جیسا کہ "میثاق" کے قارئین جانتے ہوں گے یہ ہے کہ حادثہ کربلا کے جو واقعات شیوه اکروں کی زبان سے شنے جاتے ہیں یا عامہ تاریخ کی کہیں بیان میں پاٹے جاتے ہیں وہ من صحیح نہیں ہیں بلکہ ان کے بیان میں بہت سی حقیقوں پر پردازہ ذوال کر من گھرست قصوں کا سنبھالا جائیگا ہے جس کا صاحب نے تحقیق و تضییق کی کوشش پر کہ کرانہ من گھرست تعلیم کی حقیقت، دو منجھ کر دی ہے اور جو اصلی حقائق ہیں ان کو تباہیت و ضادت اور تباہیت مخفیبوطہ لاکل کے ساتھ پیش کر دیا ہے ہمارے نزدیک ناصل مصنفوں کے نتائج تحقیق اخیر ناوار نہیں ہیں جیتنے ناوار بھیکریں کے مفاسدین نے درجنوں کتابیں ان کے خلاف تضییق کر دیں ایسیں۔ اب تھی یہ ضرور پہنچ کر ناصل مصنفوں نے خلافت را شدہ کے آخری دور اور بینی ایس کے زمانہ کی تاریخ کا پیشہ اپنے کرایا ہے اور اپنے نتائج تحقیق، تھے جنم احمد امداد کے ساتھ پیش کئے ہیں اور ان پر دلائیں کا اس نذر انتبار رکھا یا پہنچ کر انہیں سلسلہ زیر بحث میں پیچھے تحقیقوں کے پہلو پر پہلو ایک سند کی حیثیت حاصل ہو گئی ہے۔ "خلافت معاویہ و زیریؑ" اور دو زبان میں پہلی کتاب ہے جو امام ابن تیمیہ وغیرہ کے نقطہ نظر

فرازِ ملگی طلب و تھام من بی کے سنبھال پر جوئی، سنبھال خلافت سے اس کا کوئی نفع نہ تھا یہاں پرسواں پہنچا ہوتا ہے کہ اگر امیر معاویہ رضی حضرت علیؑ کی خلافت کو تائماً خلافت مجھے تھے تو ان کے ساتھ ان کی ویژش کس نیباور تھی؟ اور شام میں ان کی حکومت کیا اس خلافت کے متوجہ ہپس ہو گئی تھی، جیسے وہ خود تائماً خلافت تسلیم کرتے تھے ایک اہر سوال یہ چیز پہنچا ہوتا ہے کہ اگر امیر معاویہ رضی اور ان کے ساتھی معاویہ حضرت علیؑ کی خلافت کو خرمشد رضا و ہود پرستیم کر کے ان کے باخہ مصیبہ کرتے تو کیا حالات استھان اگرگوں ہو گئے تھے کہ سماں مدت کی سیاست پر اسی طرح چاہ رہتے۔ جس طرح تاریخ اب انسیں دلکھاتی ہے؟ و مقام طرد پر ایک پتکارہ کھڑا کر دینا آسان ہوتا ہے لیکن اسے سالہاں تک قوم کی مردمی کے خلاف سلطان کھتنا باتیں ناممکن ہوتا ہے۔ یہاں پر بحث بھی غور طلب ہے کہ حضرت علیؑ خلیفہ متکوب ہوئے کے بعد کیا وہی اتفاق تکرار یا نہیں ہے جن بحث و تھہجود دائرے خلافت کے بارے میں حضرت عثمان کا تھا۔ ہرگز حکیم کے موافق پر یہاں نے مزولی کے حکم کو ثابت کی اختیارات سے پاہر

حضرت حسان رضی کے موقف کو صحیح کہے اور ان تمام عواید و صفاتیں کو حاداً اللہ عزیز سے علیٰ یا عالمیت کے مرنگب تردد سے یا ان کے برلنگ میں ہوتے تاہم کر کے حضرت حسنؑ کو صحیح ہوقف متعین کرتے ہیں احتساب ہیں آیا عبادی صاحب ہیں، مرا نقد نظر پرائی پیش کرتے ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عزیز کے املاک تمل کے مدد میں طالبین فضائل سے چو جدو، جدو کہ اور اس کے تجھے میں ہونا گا جنگیں ہوئیں، فاعلِ معرفت کی تحقیق ہے اسے ناکام جانانے میں سبائیوں کا ذیر درست باقاعدہ ہو گا کہ حضرت علیؑ کے لئے کٹکر میں کیڑت ہو یوں تھے، اس سے دعا اور کسی ہی تحریک کے آئے آتے تھے۔ چنانچہ حضرت علیؑ اس طلب کے پورا کرنے پر قادر نہ ہو سکے اور تھامن بالا حسراء امیر معاویہ تھے یہاں بحث کے مبنی میں پہلی بار عباسی صاحب نے ان وصیتی دایات کی تعلیم کھوی ہے، جن میں کہا گیا ہے کہ حضرت عائشہؓ طلب دعا اور کی جو، جو دیں تھکھے پر تبیش نام رہا کرتی تھیں۔ اس بحث میں حضرت معاویہؓ کا کاروں ہم ہر دفعہ میں پورا سکا، فاعلِ معرفت کے نزدیک اس زمان کی

لہ حضرت معاویہؓ کی طرف سے فضائل عثمان کا مطالیب ہیں اس بحث کی دلیل ہے کہ وہ اصل خلافت علیؑ سے حزن ہیں تھے بلکہ، سے تسلیم کرنا ہمیشہ ملت خاک عثمانؓ جیسے مسلم خلیفہ کے فضائل کے بارے میں ان کا دوستی کیا ہوتا ہے حالات ایسے ہو گئے کہ انتہائی مغلص ہوئیں آئی جو پوری دیانت کے ساتھ اس غلامی میں سنبھال پر سکنا خاک کو تمل عثمانؓ کی ذمہ دہی سے حضرت علیؑ بری الفخر ہیں ہیں۔ س غلام فہری کے ہو تو ان کی خلافت کو مدد دن سے تسلیم کرنا ارباب فہر کے لئے و شور اور اخوا۔ اس کا ذر صرف اسی طرح پر سکنا خاک و فضائل کے حوالہ میں حضرت علیؑ ایسا دریا یا اخنبار کیں جو اس حقیقت کو، افع کرنے والا پہنچانا ہیں عثمانؓ سے ایشیں جیسی عادات و نعمت ہوئے مثبت ایزدی کے چیزیں کو تو لیے تو حضرت علیؑ فہری کو اکام کا موقع ہیں دیا اور غلام فہری کو ہوئے کی جملے ور جھنپلی گئی۔ لیکن حسیر جیز نے حضرت عاصیؓ کو ایک سزاوی خلافت پر آتا ہو کیا وہ حضرت علیؑ کا، نظام خاک کو بیکھر دیا، دھوش نے دلیل معاویہ کا پورا مسجدی یا اور پورا کی تسلیم نہ ہوئی تو فوج کشی کا انتقام فرازیا۔ پیر منور زدن جدیات کو علیحدہ رکھ کر سوچا جائے تو ایسی صورت حال میں حضرت معاویہ کا نہ مقابلہ میں جاتا ایک ایساقدر تی ساضل فاعلی پر گراہی اور عذیز، غمی کا تزویہ ہیں لگ سکتا۔ **۳۵** حالات جتنے اگرگوں ہوتے چلے گئے ان کا علم پہنچے تو کسی بھروسے کو ہیں صادر نہیں ہیں اپنی اپنی جگہ جگہ یہ تو قریحے کے گمراہ ہیں جو مدد اور منظور نہ ہو تو اسی کی ایک اسکتائی ہے، یہ جو ہر طبقہ تیاس کرنا ممکن ہے کہ حضرت معاویہؓ کی خلافت علیؑ کو فیر شرطہ طور پر تسلیم کر لیتے تو حالات بہتر ہو جاتے اسی طریقہ پیاس کرنا بھی ممکن ہے کہ حضرت علیؑ اگر حضرت این پیاس اورہ گیارہ باب حل و مقدار کے مشورے سے بر عمل کر لیتے ہوئے حضرت معاویہؓ کے خودی عرض پر مصروف ہوئے تو شائع نہایت اچھے تھکھے۔ یہ تحریک بات ہے کہ لوگ حضرت معاویہؓ کا مشورہ، میشیں پیش پیشہ ہے تو یہی مجرم حضرت علیؑ کو مٹھوہ دیجو کی ذمہ دھو دیا جائیں تو کیونکہ چیز ہے جو اس بحث کی صلیب ہے کہ حضرت علیؑ کو اسوق البشر امام عاصم گمان کریا گیا ہے حالانکہ اجنبیادی فلیطون کا حق اعماق معاویہؓ جیسے عذر کے لئے ہے، تاہمی، سماں معتبر علیؑ کی سلسلے تسلیم کرنا چاہیے ان کا مرتضی میں حضرت معاویہؓ سے نافذ ہونا یہ معنی ہیں رکھنا کہ اجنبیار و تبریزی ہر آنکھ دی جو اخلاقیں کئے جائیں **۳۶** اور بالکل کو فحوض اور کھنکے ایک پیدا کہ حضرت عثمانؓ کی خلافت اپنے انعقاد کے واقعی حاصلہ اگلے مظہر پر

کہ ہب تو کیا اس پر اعزاز مل گی جو اسکتا ہے؟ بہر حال اس عجیت میں ہے جن سے وہ معروف نظریات کے صفات کو ملائیں کر لے جائے گی جن سے وہ معروف نظریات کے صفات کو ملائیں کر لے جائے گی۔

تصوف و حکمر کی بھی میں نہیں آسکا۔

کتاب کے ایک باب میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ شروع سے یا ہے اور کتاب میں سانحہ بازی کی بیانیت میں ہیں ہوتے دی ہے میں ہم ایک کتاب کا ملک میں ہیں اس کا ملک کیا ہے کہ داخل صنعت در ان خود میں یعنی اور اس باست کی کوشش کی کردہ خلافت حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔

اسی چیزیں بھی بیش کر دیے ہیں جن کی خودت ہیں ہوتی اور اگر ان چاچنا خاص صفت نے جو حقیقتی صورتی طور پر صفت نے نہایت ابتدا میں کامیاب ہوئے۔

فائدہ ملکوں کے خلاف عدویوں کے چیزیں ملکیت خود میں جانا ہے۔ یہاں میں تفصیل میں ہیں جانا ہا پہنچت اسلام میں خود میں جانا ہے۔

یہی صفت تے بتایا ہے کہ عدویوں کی اس سلسلہ کی کوششیں کامیاب ہیں اس سے اخراج چاچنا کا بعض خیلیں اگر بغاوت کی خاطر بھی اُنھیں تو ان کے نتائج کی وجہ سے گاہوں پر ملی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو کے باقیوں نے بھی اپنا حسیب و سب ملکی ہی بتایا حالانکہ عادی رجھیں علی اعتبر سے بہت بلند کھجتا ہے۔

ان کے حق میں تھے اور دسیا کی طور پر ان سے متفق تھے۔

اس کتاب میں یہ شمار انکشافت ایسے ہیں جو تاریخ کے فاسط علومنوں کے لئے یقینی تجویز ہیں گے مثلاً انی صلی اللہ علیہ وسلم کی پردش میں عیاں حضرت سیر بن عبید الطلاق کا تھاں کے نوٹ کا ذکر کریں گے جس کی محنت شکوک ہے میں اس سے اخراج چاچنا کا بعض خیلیں اگر بغاوت کی خاطر بھی اُنھیں تو ان کے نتائج کی وجہ سے گاہوں پر ملی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو

علی اعتبر سے بہت بلند کھجتا ہے۔

الطالب کا زیر بن عبید الطلاق کی وفات کے وقت بھی صلی اللہ علیہ وسلم نوجوان تھے۔ ابوطالب کا حصہ سے تعلق تھی کہ سر اپنی شان میں عمل ای ہونا کرتی ہیں اس کے بارے میں امتحانے کے لئے شان ہو جکی ہیں اور ان کا صرف ایک حدود صفت کا تھا ایسا ہے۔ باقی درسرے اپنی تکمیل کا سامنے بدارے نزدیک کراچی تھا ایسا ہے۔

کامیابی کی وجہ سے اس کے وقت حضرت علیؑ کی عصرت پاچی عرب کا تھا۔ حضرت کی وجہ سے تھے، تھا اپنی میں اسی شان کے لئے ملک کو خداوند کا تھا جاتا اور برس کی بھی، معرفت حسین کی اذراج میں شہر بالونام کی کوئی اپنی شہزادی تھی۔ علی زین الحادیہؑ کی والدہ سندھی خاتون تھیں۔

اگر صحنی بخون کے کنایہ شکل میں شانت کر لیں، عقی صورت ہوئی تو اپنیں شہزادی تھیں۔ علی زین الحادیہؑ کی والدہ سندھی خاتون تھیں۔

اگر کر کے شائع کیا جاتا۔ اسی طرح ایک خلاف ہیں صفت میں بھی اپنیں کیا تھیں تو ان کو بہرخانہ سے بحث کرتے ہیں میلان اخیل۔

اکیسیات یوگ نے صوس کی ہے وہ یہ ہے کہ صفت بن کر کی جائیں کیا۔ اس کتاب کی دفتی اور بہگامی مسئلہ پر ہیں لکھی گئی ہے کہ راسکی حضرت روایات سے قدر استفادہ کر تے ہیں ان کے صن، تجیجا مسیار ہے۔

چند سال بعد صوس ہیں میگی میکی اس کا شمار ان کتابوں میں بروہم کی تاریخ میں صحت پر کوئی ردا نہیں کرتے ہیں کہ اس کا تھا جب وہ خلافت تھی۔

باقی تھیں اسی لئے ہم اس کے بعد کاغذ پاچی کی تابوت و بیانات کے ساتھ شان روایات پیش کرتے ہیں تو ان کو بہرخانہ سے بحث کرتے ہیں میلان اخیل۔

و لفظ عارش مظلوم گزارشہ) امتداد کیے غبارتی محقق علیؑ ایسی مسید پر ساقی دکھری ایسی اس کے بڑھنے کی خلافت نہیں کی جائے۔

و لفظ عارش مظلوم گزارشہ) امتداد کیے غبارتی محقق علیؑ اس کے بڑھنے کی خلافت نہیں کی جائے۔

اشرف الجواب اخترافات کے جانے والے دو شہروں
مولانا اشرف ملیٰ کی زبان سے۔ مثلاً خدا یقیناً ہاں کے کیسے کام
کرتا ہے؟ جنتِ دودڑ کیسے اور کیوں ہیں؟ یا خدا کافر کی
مختصرت پر قادر نہیں؟ وغیرہ ذکر۔

قیمت ایک روپیہ

بزم تھہیم تختب احادیث رسول کا محقق تھہیم اور تشریع
قیمت سوار و پیسہ

جوائز رسالت قدم قدم پر کام آئے والی احادیث میں
درج و تجزیہ۔ قیمت سوار و پیسہ
ریدوں کتابیں ایک سانچہ طلب کرنے بخلیٰ دھانی کے کو اشیاء
مصر کے شہرہ آفاقِ صفت محمد حسین، میکل کی
دو بے نظیر کتابیں

ابویکھ خلیفہ اول حضرت ابویکھ صدیق رضی حیات مبارکہ
ہمگیر جامع اور بھرپور مطالعہ۔ قیمت پانچ روپے۔
عمر فاروق اعظم خلیفہ ثانی امیر المؤمنین حضرت
عمر فاروق اعظم رضی حیات میکل کی مفصل
اور سیر حصل سوانح حیات۔ قیمت تور دی پے۔

مسلم نیتوئی اور جارحانہ فرقہ پرستی
ہندوستانی مسلمانوں کے ذمہ بھر کی وجہان دمال پر
بھروسہ ہیں ان کا بہصارتِ جائزہ اور ممتاز نوگوں کے فرمودات پر
تفصیل بصرہ۔ قیمت ذھانی روپے۔

فساداتِ جبل پور اور اس کے بعد
حالِ ماخنی کی قبریں دفن ہو جاتا ہے لیکن اس سے سبق حاصل کرنا
بھوی ممکن ہے کروہ جانشی کے سلسلے کی مدد و مزیدہ رہی۔ اور کتابیں ایک لکھان کی پیغمبر
رسنخ کی ایک بخوبی مسجدیہ اور فکر لگنیز کوشش ہے۔ قیمت دور دی پے۔

مکتبہ بھیلی دیوبند

ہندی سکھانے والی ماہرانہ کتابیں

ہندی اردو ماستر	3-	ٹنے پیسے
اردو ہندی ماشر	5.	م
ہندی اردو لغت	5.	سائز ٹھیکن روپے
اردو ہندی لغت	5.	سائز ٹھیکن روپے
ہندی دفتری مراسلات	5.	ڈر در پے

وہ جنہیں کوئی تہذیب حاصل نہیں

اس کتابیں بہت
ایک شور کے جریب
اشوازع کئے گئے ہیں جنہیں شہرتِ حاصل نہیں ہے لیکن انکی
شہزاد صلاحیتیں خاصی تھکری ہوتی ہیں۔ برشاںو کا تعارف بھی
ساختہ ہے۔ دلچسپ کتابیں۔ قیمت چار روپے۔

وجود و سماں از۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ
گناہجان، فوائی، عرس وغیرہ کے باہمے میں
پہ نظر گرفتگی پیش لفظ مدار تکمیل کا ہے۔ قیمت ایک روپیہ۔

تعزیہ علمائے اسلام ایک غصہ سینک مفید و فیک کتاب
صرف نظر میں صرف چھ آنے

فارسی تعلیم کا ایک عمدہ نصاب

چکے ذریعے تیغہ مٹر کے بھی فوادی اپنے بیویوں کو فارسی مکمل سکتے ہیں	اصول فارسی میکل ہر دو حصہ سوار و پیسہ
سعین فارسی پیسہ
دروس فارسی پیسہ
فصلنامہ فارسی پیسہ
ترجمان فارسی ایک روپیہ
(مکمل نصاب کی مجموعی قیمت تین روروپے ۶۲ نئے پیسے)		

عمرو بن العاص اس صحابی رسول، فلاح مصطفیٰ کے زین
اویلانہ پا یہ مدترکی داستان حیات جسے
خود اللہ کے رسول نے مدد بر اسلام کے خلاجیٰ نہیں فرازا۔ جیلی چھپ
اڑا بھیڑا اہر استند۔ قیمت مجلد در دی پے۔

باب الصحت

انسیگن حکیم محمد علیم دربریہ امردہ

بینائی کی حفاظتی تداریخ

ایسیوں صدی تک سیکھ لگائے، اونوں کی تعداد بہت کم تھی زیادہ تر پڑھ سکتے تھے کہ وقت خیک رکھاتے تھے اور جو صورت میں پڑھنے کے وقت صورت ہوتی تھی میکن میوس مسے کہیں صنیک لگائے، اونکی تعداد وہ تر پڑھتی تھی جیسا کہ تریب کی تھیں طاس ہونے کا شکایت عام طور پر بینائی جاتی تھے وہ جو اس کی وجہ کیم ایشی بینائی کی طرف سے لاپر، ایکا بر تھے ہیں، کمرہ بیڈ، اور دیگر فرشت کی چیزوں پر نفعول رقم گوارا، یہ میں میکن مسند سر و خوب کے استعمال ہنس کرتے اور نہ حفاظتی تداریخ علی میں لاتے ہیں۔

غیر نامندرین؟ آنکھیں بڑی تعداد میں ان کی قدر کرنی چاہیے زیل میں پتند ایسی مخفیہ تداریخ کی جاتی ہیں جوں پر عمل کرنے سے بینائی کو پر تک قائم رہے سکتی ہے۔

(۱) پلک جھسکانا۔۔۔ کمرہ بنا کے نئے بہتر طریقہ بینائی کی حفاظت کرنے کا یہ ہے کہ، اپنی پلکوں کو بار بار جھسکنے کی مادت ڈالنی اس سے نگاہ کا بہت کافی آرام ملتا ہے نگاہ، قائم رہتی ہے۔

(۲) دھوپ۔ روزانہ صحیح کو سروج کی سمجھتے، وقت سورج کی طرف میں کھڑے کھڑے ہیں آنکھیں بند کر کے اپنے سر کو دامنے باہیں آہستہ آہستہ درکت، پتھر پلک ہیں جھپٹکا تے بھی غلطی بنا کا اثر پڑ کے، وہ سرث سے بڑھتے، وقت ہر سطر کے پہلے اور آخر حسری لفظوں پر پلک جھپٹکا تے، پہنچے۔ روزانہ کے وقت سماں سے سروشی نہ رکھیں بلکہ پہنچے سے درستی کتاب پر پڑے سے یا اپنی طرف سے فایصلی کے زمانہ میں پہلے ایسی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے جوں کے درخت مولے ہوں علی کی زیادتی کے ساتھ پارکیں جو دن کی بیانیں پڑھ جائیں۔

(۳) مطالعو۔ عام طور پر وگ پڑھنے میں پلک ہیں جھپٹکا تے بھی غلطی بنا کی کمرہ بنا تھی ہے بڑھتے، وقت ہر سطر کے پہلے اور آخر حسری لفظوں پر پلک جھپٹکا تے، پہنچے۔ روزانہ کے وقت سماں سے سروشی نہ رکھیں بلکہ پہنچے سے درستی کتاب پر پڑے سے یا اپنی طرف سے فایصلی کی غرایی اور فذابیں، ٹامن اے د (A) کی کمی بھی ایک سبب ہے جو لوگوں کی نگاہ کمرہ ہو اگر، ایسی فذابیں استھان کی مقدار میں وہ نامن A زیادہ مقدار میں بینائی جاتی ہو تو بغیر کسی دسربے علاج کے بینائی کی طاقت پڑھنے لگتی ہے کمرہ دی دد ہو کر پہنچے سے بھی زیادہ بنا کوئی ہو جاتی ہے، ٹامن (Hod)، اے، کی کمی درکر نے کے لئے نازدہ سبزی کا استعمال مزدودی ہے گا جریں، ٹامن اے کافی مقدار میں ملتا ہے گا جوں کے موسم میں جو شخص روزانہ چار پانچ نرم، نازک اور سے رنگ کی گاہوں پکنگا کھا سے اس کی بینائی کمرہ ہو پڑھا پے تک قائم رہے۔

(۴) شرمنہ کا استعمال۔۔۔ شرمنہ اور کا جل کو لوگوں نے ایک ذخولی ہی جیز کھبکھبہ ڈیا ہے حالانکہ روزانہ سو تے وقت شرمنہ بیا کا جل رکنا بینائی کو کمرہ نہیں پہنچے دیتا، باں یہ ہردوی ہے کہ معتبر شرمنہ استعمال کرنا چاہیے۔ باز روی سستے قسم کے شرمنہ سے بینائی کو نانہ پہنچا نے کی جاتے لفظان بھی پہنچا نے ہیں میں خود " در سخیف " دار العین رحمان دیوبند کا استعمال کرنی پوچھیں۔۔۔ صفتیت ہے کہ ابھی تک چشمہ رکھنے کی صورت میوس نہیں ہوئی۔ حالانکہ لکھنے پڑھنے کا کثرت سے کام کرنا پڑتا ہے۔

صحیح رہنمائی اور بگای تند رسمیتی کو سنوار نے کے لئے "ضیمہ حفاظتی شباب" کا مطالعہ کیجئے

بایو سول کے لئے بشارت

مفید، محرب، قابل اعتماد علاج
تجربہ ہماری صداقت کی گواہی دیگا

اگر آپ دلوں علاج و معاجم کے بعد بہت ماکر بایو سی و امتحان کی زندگی کا زار ہیں۔ وقت کے تفاسیے باخیر مقاطعہ زندگی کے باعث سبھی طائفیں زائل ہو رہی ہیں تو مندرجہ ذیل دوسریں استعمال کسے اپنی زندگی کو شاد و ختم بنائیے۔

سبھوں فشاٹا زندگی۔ مکمل کورس دل روپے
محبوب۔ سو گوپیاں دلدار روپے
رشق۔ ایک شیشی و حاصہ توں پانچ روپے
انسیں نسوان۔ مکمل کورس دلدار روپے
ذینب جملہ امراض کا علاج ہم اسے یہاں ہوتا ہے
حکم ایوب عبید اللہ سلام ہرگز کو شاد و بھیگہ من در بھیگہ

واللہ کچھ بھی نہیں سلے پڑھا

جس علامہ دہرنے دنیا بھر کے کتب خانے کنگھال نے ہے بلیک
ایک لیں لا جواب اسرا ایجاد رشید وہاں میں کتاب جس کلکاواپ
روتے زین پر بستے ولے تامن و انس اور اسماں پر پیدہ ہے دلے فرشتے
سب مکار بھی قیامت نکل نہ ناسکس، ہودنیا میں سب کا بون تجزیاہ
پڑھی، بھی اور یاد کیجا کی ہو، جیسیں اعلیٰ سے الی درس انسانیت اور افغانی
تفاہم چیات دیا گیا تو اور جو بھی کیلئے مقدمہ کی (ستبر) (جنوب) سے
خونکار دیا گیا ہوڑہ پرمی تو اس نے کیا پڑھا، واللہ کچھ بھی نہیں پڑھا۔ بخدا
فرمائیکیا اس عفت و شان والی آنے خداوندوقدوس کے سماں کی اور کی بھی
ہو سکتی ہے؟ پس اپنے خاتم والیک کی اس فہام فلاخ داریں لائی
علی ہتھا پت ان پاک کھنک کو ہبھیت کلیل عرصہ میں خود پر بنتے اور ہاتھ نے کیئے
بجز اس اعلیٰ امر فیض احمد حسن القواعدی کی خدمات مال کیجئے۔ جو کوئی کیسے لئے
کئے تھے اسیں فرمائیں ملائیں ملائیں طریقہ تاریخ طویل ہو جئے
مدد کا پتہ ناظم رحمانی دلالت اعانت بیکوٹ

کیلیسیم کی کمی، دامنی نزلہ، نتیجہ، پُرانے بخار کی محبت دوا زندگی

زندگی زیری یونانی دو اخاڑ کا مایہ ناز خوش زانفڑ شریت ہے۔ خدا گواہ ہے کہ موت کے بعد میں جانتے ہوئے مریض زندگی کے استعمال سے نبی زندگی اور تو اپنی حاصل کر سکتے ہیں۔ امتحانہ سال مکاتار تجربہ کی بنابریا مامبا الفڑ کہا جا سکتا ہے کہ حیم میں جو نہ کے اجزاء دلیلیم ای کی کو دور کرئے، دامنی نزلہ، خشک کھانی، پسیسی کی کثرت۔ دوپہر کی غذا کے بعد حرارت ہو جاتا۔ بھیلیوں، تلبوں کا جانا۔ سر رخساروں اور رنگوں میں سے اگل سی تکلی محسوس ہونا۔ مو قیہ و دھن جاتے کے بعد پت پتکر نہ ٹوٹنا۔ پر اسے بخار ملکی حرارت
ہر وقت رہنا و بھرہ و شکایات کے لئے ہبہ ایت مفید شریت ہے۔ یہ سے ہوئے پت پتکر کو جن اسی دلوں میں نارمل پر لے آتا ہے۔ ہر عمر
اور ہر موسم میں استعمال کر سکتے ہیں۔ — نقصان کے لئے دلتر بچوں مفت طلب کیجئے۔
مکمل کورس ستائیک پلینگ مع محسول بارہ روپے — بیس توڑ کا پلینگ پھر روپے پیاس نئے پیسے
نکونڈ کی شیشی نین روپے ۶ گھنے آتے

زنیمیری یونانی دواخانہ۔ امروہہ صلح مراد آباد روپی۔

جو تقریباً سول سال اپنی خدماتاً بخوبی

دکھنے شہزادہ میر دلیر سرہ

اک قند سی فتحتے

تیار کیا ہوا جس سے

سچھے وقتوں اور وحی

مفید اجزاء

قیام ہیں

بخار کسی عرض کے

بھی بیشہ سے استعمال کرتے رہتے

کیونکہ آخوندی عمرتکا کو قائم کرنا اور

عرض کے حملوں سے بچاتا ہے

DURR-E-NAJAF

● وحدت حال از تونڈا پڑبائی سرخی ادا نہیں وکھنے میں مفید ہے۔

● آنکھوں کے آگے تاوے اڑتے ہوں یا بینائی گزوں ہوتی جائی ہو، یا آنکھیں تھکاؤٹ محسوس کرتی ہوں تو اسے استعمال فرمائیے۔

● ضروری ہے ایات ساتھ چھپی جاتی ہیں۔

[جن حضرات نے تجربہ کے بعد تعریفی تحریریں مرحمت فرمائیں ان میں سچنڈی کے آسمان گرامی]

حضرت مولانا سید حسینی احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا شیخ احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا اشتیاق احمد صاحب انتاذدار العلوم دیوبند، حضرت مولانا مطلوب لطفی عثمانی مولانا عاصی عتیق الرحمن صاحب (ندوۃ الصنفین میں) - ڈاکٹر لفڑیار غانستہابی مدرسی سرہن - حکیم کنیتیاللہ صاحب دیوبندی، ڈاکٹر اغام الحق صاحب ایم ایم ایس ہوئے پتیک - ساہبو جو الارسن صاحب رئیس اعظم مراد آباد جناب سیا زینی ایمیڈر اسلامی فیڈا دیوبند

ہندستان کا پتہ دار الفیض حسینی - دیوبند - صنیل عسہار پور - (یو - پی)، اندھیا

پاکستان کا پتہ ۱۹ مکتبہ عثمانیہ ۲۲۸ مینا بازار پیرزادی بخش کالونی - کراچی پاکستان